مولوی سید مظفر الدین صاحب ندوی ایم اے کلکتہ اور ڈھاکہ یونیورسٹی کے ان طلبہ کے لئے جو عربی زبان زبان ثانوی کے طور پر اختیار کرتے ہین، انصاب کی کتابین تیار کرتے رہتے ہین، اور اس سلسلہ مین موصوف کو انگریزی گرامر اور ادب کے ذریعہ عربی صرف ونحو اور ادب کی تعلیم دینے مین خاصہ تجربہ ہوگیا، چنانچہ اس سے پہلے ان کی چند کتابون کے علاوہ ایک رسالہ دروس الادب جزو اول کا تذکرہ ان صفحات مین کیا جا چکا ہے، زیر تبصرہ رسالہ اسی کا جزو ثانی ہے، جو عربی مدارس کے چوتھے درجہ اور انگریزی مدارس کے ساتوین درجہ کے لئے لکھا گیا ہے، اور یہ رسالہ بھی بنگال کے محکمۂ تعلیمات سے منظور ہو چکا ہو، رسالہ چند اسباق مین منقسم ہے اور ہر ایک سبق ایک ایک سبق آموز حکایت پر مشتمل ہے، جسمین اولاً اوپر مفرد الفاظ دیئے گئے ہین پھر حسب استعداد جملون مین حکایتین بیان کی گئی ہین، آخر مین ایک جدول ہے، جسمین عربی کے مفرد الفاظ کے انگریزی معانی درج کئے گئے ہین، رسالہ عربی اور انگریزی دونون مدرسون کے لئے یکسان مفید ہے،

جبر و مقابلہ، مرتبہ سید انوار حسین صاحب بی اے مدرس مدرسہ فوقانیہ عثمانیہ پربھنی حجم ۱۵۹ صفحے، تقطیع چھوٹی، لکھائی چھپائی معمولی، قیمت ۱۵ر پتہ:۔ مکتبہ ابراہیمیہ اسٹیشن روڈ حیدرآباد،

یہ رسالہ حیدرآباد کے نصاب تعلیم کے لئے تالیف ہوا ہے، اس مین درجہ ششم اور مڈل کے طلبہ کے لئے جبر و مقابلہ کے ابتدائی مسائل قلمبند کئے گئے ہین، رسالہ چند ابواب مین منقسم ہے، جسمین مسائل کو سمجھانے کے بعد مشق کرنے کی کوشش کی گئی ہے، لیکن کتابت کی غلطیان اس قدر بہ کثرت ہین کہ اس کا ہر صفحہ مشتبہ ہوگیا، ضرورت تھی کہ اس کو شائع کرنے سے پہلے کسی قدر وقت صرف کرکے تمام غلطیان درست کر دیجاتین،

چاے نامہ، از جناب حمد کاکوی حجم ۳۲ صفحے، قیمت ۳ر پتہ لائبریرین کتب خانہ بزم کمال کاکو ضلع گیا،

جناب حمد کاکوی کی یہ ایک انوکھی قسم کی نظم ہے، جسمین ہندوستان مین چاے کے عام طور پر رواج پانے کا ذکر کرکے اس کے مضر اثرات دکھائے گئے ہین، نظم کا طرز بیان دلکش ہے، "ر"

جلد بست و ہشتم ۲۸	ماہ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۰ھ مطابق ماہ اکتوبر ۱۹۳۱ء	عدد ۴

مضامین

شذرات

بحمد اللہ کہ مسلمانون نے نگار گم کردہ راہ کے خلاف احتجاج کی آواز بلند کی، اور اسکو بتا دیا کہ دینی بغاوت کی حیثیت ادبی بغاوتون کی نہین، ہمت لکھنؤ کی ہمت پر صد آفرین جس نے اخبارات مین اس احتجاج کے خلاف سب سے پہلے آواز اٹھائی اس کے بعد اتحاد پٹنہ، انقلاب لاہور، مدینہ بجنور، حقیقت لکھنؤ، ملت دہلی، الجمعیۃ دہلی، پیشوا دہلی، اور الامان دہلی وغیرہ مین جنھون نے اس برخود غلط کی حقیقت پوری طرح ظاہر کردی، اور خصوصاً سچ لکھنؤ نے اس کے مزعومات باطلہ اور اعمال فاسدہ کا پورا صحیفہ اس کے ہاتھ مین رکھدیا، مسلمان خریدارون نے اس کے مقاطعہ پر عمل شروع کردیا ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ "زور و زاری" کے بجائے صرف "زر" کی قوت اس سے پُر فتنہ نگار کو قابو مین لا سکتی ہے،

اس وقت ہمارے ملک مین بحمد اللہ عربی زبان کے جاننے والون کی کمی نہین، انکی خدمت مین ایک علمی استفتا پیش ہے، فرض کیجئے کہ ہمارے اور ایک "مدعی" کے درمیان جسکا دعویٰ ہے کہ عربی لفظ "سنت" عبرانی لفظ مشناہ سے ماخوذ ہے، ایک بحث درپیش ہے، ہم نے کہا کہ عربی لفظ "سنت" کے اصلی معنی راستہ اور طریق کے ہین، اور عبرانی لفظ "مشناہ" کے عبرانی معنی دوہرے، دوسرے، المکرر، یا علم کے ہین، عربی "سنت" کا مادہ س ن ن ہے اور عبرانی "مشنا" کا مادہ ش ن ا ہے، اس لیے یہ ایک دوسرے سے ماخوذ نہین ہو سکتا، اس کے جواب مین وہ کہتا ہے کہ "سنت" کے معنی اگر راستے کے ہین، تو کچھ مضائقہ نہین، "مشناہ" کے معنی بھی اس کے قریب قریب ہین، کیونکہ عربی مین منساۃ چھڑی کو کہتے ہین جسکو ٹیک ٹیک کر راستہ طے کیا جاتا ہے، جیسا کہ حضرت سلیمان کے قصہ مین قرآن مین تاکل منساتہ ہے اسلئے سنت و مشناۃ ایک ہی ہو، (مندرجہ رسالہ نگار مرتبہ نیاز)

اب عربی زبان کے فاضلون سے ہمارا سوال یہ ہے، کہ جو شخص "سنت" جس کا مادہ س ن ن ہے، اور "مشناۃ" جس کا مادہ ش ن ا ہے، اور "منساۃ" جس کا مادہ ن س ء ہے مین کوئی فرق نہین محسوس کرتا، کیا اسکو آپ عربی کا کسی درجہ مین بھی فاضل کہہ سکتے ہین، اور اس کو عربی قرآن پاک کی تفسیر کرنے کا حق دیسکتے ہین،

مشرقی درسگاہون کے علماء سے، اور نیز مغربی یونیورسٹیون کے اُن فضلاء سے بھی جنھون نے یورپ کی کسی یونیورسٹی سے عربی کی ڈگری حاصل کی ہے خدا اور علم کے واسطہ سے التماس ہے کہ وہ اپنی رائے سے مستفید فرمائین، اور خصوصاً پنجاب، الہ آباد، لکھنؤ، علی گڈھ، دلی، پٹنہ، کلکتہ، اور ڈھاکہ کی یونیورسٹیون کے عربی پروفیسرون سے درخواست ہے کہ وہ اس استفتا کے جواب سے ممنون فرمائین،

اردو کے جس بے دین و بے ادب رسالہ مین اس قسم کی تحقیقات انیقہ چھپتی رہتی ہین، گو اہل علم کی نظرون مین ان کی بے حقیقتی عیان ہے مگر بے خبر نوجوانون مین ان سے گمراہی کا پھیلنا یقینی تھا، اسی لیے معارف نے اپنی طرز روش کے خلاف، انکی پردہ دری کی، اور ان کے جوابات دیئے اور آیندہ اور شائع ہون گے، بحمد اللہ کہ ان جوابات نے ان "محققین" کی علمی تحقیق کی قلعی کھول دی، اور دوست و دشمن سب کو معلوم ہوگیا کہ ان کے علم کا ظرف کتنا ہے؟

ہم نے پچھلے شذرات اور مقالہ "گلہ آشنا" مین یہ لکھا ہے کہ یہ صاحب جو کچھ لکھتے ہین وہ یورپ کے عیسائی مستشرقین کی "تحقیقات" کی نقالی اور ترجمانی ہے، جس کے ساتھ قرآن مجید کی دو چار الٹی سیدھی آیتین لکھکر ان کو اپنا کہکر پیش کیا جاتا ہے، چونکہ رسالہ مذکور کا اڈیٹر اس ہنر مین ہمیشہ سے کمال رکھتا ہے اور "چراغ بکف دزدی" اس نے ہمیشہ دکھائی ہے، اس لیے ایسے مضمون نگارون کے لیے بھی اس کے سایۂ دامن سے بڑھکر کوئی دوسری

جائے پناہ نہیں مل سکتی،

اب تک تو ہمارے اس الزام کو تہمت کہکر رد کیا جاتا رہا، مگر "حافظہ کی کمی" نے جو ایسے حق گوؤن کی پرانی خاصیت ہے، حقگوئی کا راز فاش کر دیا، چنانچہ اس سلسلۂ مضمون کی گذشتہ قسط مین جسمین ثابت کیا گیا ہے، کہ اسلام مین صرف تین وقت کی نمازین ہین، نہایت ہنسی خوشی کے ساتھ اس تحقیق کی سندہائے عالی کا ذکر کیا گیا ہے، فرمایا جاتا ہے،

"مجھے یہان اس بات کا بھی اعتراف کر دینا چاہئے کہ ہر چند تحقیق فون کریمر و گولڈزہر جرمن مستشرقین کی ہے، مگر مین انکے خیالات کو ان صفحات پر نہ لاؤنگا، اوقات صلوۃ پر گولڈزہر کا ایک مستقل مضمون کتاب "مطالعۂ علوم اسلامی" مین ہے اور جوزف نے انگریزی مین اسکی زیادہ وضاحت کر کے ایک علحدہ رسالہ ترتیب دیا ہے، اور واہاسن نے بھی اس مضمون پر اپنی رائے ظاہر کی ہے" (نگار مرتبۂ نیاز فتحپوری اگست ۳۱ء صفحہ ۱۲)

اس گریز کے بعد مزہ کی بات جو ہے وہ یہ ہے کہ باینہمہ تبری انھین کے خیالات تمام دنیا کو جاہل مانکر اور اپنی ذاتی تحقیق کا شعبدہ کر کے مسلمانون کے سامنے پیش کئے جاتے ہین، آخر مین بکمال جرأت فرمایا جاتا ہے،

"مین پہلے کہہ چکا ہون کہ مین اس مضمون مین کسی مستشرق کی تحقیق پیش نہ کرونگا، جنکو اس باب مین زیادہ جستجو ہو وہ خود ان کتابون کو دیکھین جنکا مین نے ذکر کیا ہے" (نگار مرتبۂ نیاز صفحہ ۱۶)

یہ بار بار کی تبری اور تاکید اس فارسی مثل کو یاد دلاتی ہے گفتی باور کردم، مکرر گفتی شک آوردم، سوگند خوردی دروغ دانستم،

اگر اس بہادرانہ چوری کی نسبت ہم کچھ کہین تو شاید "مولویانہ" زبردستی کہلائے، اسلیے ہم اس موقع پر بمبئی کے مشہور اخبار بمبئی کرانیکل کے سنڈے اڈیشن مورخہ ۲۰ ستمبر ۱۹۳۱ء کا ایک نوٹ پیش کرتے ہین، اخبار مذکور اردو رسائل کے مضامین پر ماہ بماہ تبصرہ کرتا رہتا ہے، اس سلسلہ مین اس رسالہ کے اس نمبر کے ریویو مین کہتا ہے،

"اگست کے نگار کا افتتاح کسی گمنام مضمون نگار کے مضمون سے ہوتا ہے، جسمین وہ یہ بیان کرتا ہے کہ مسلمانون کیلئے درحقیقت تین وقتون کی نماز ہے، پانچ وقتون کی نہین، یہ مضمون یورپین فضلاء کی "تحقیقات" کا ممنون ہے، اور یہ نہین معلوم کہ اس قسم کے مضمون سے لکھنے والے کی حقیقی غرض وغایت کیا ہے،

ہم بمبئی کرانیکل کے معزز اڈیٹر کو دونون باتین جنکو وہ نہین جانتا بتا دینا چاہتے ہین، یہ گمنام مضمون نگار جیسا کہ ہم کو علم ہے سید مقبول احمد ڈپٹی کلکٹر بلیا ہین، جو جنگ عظیم کے مخصوص خدمات کے صلہ مین اس منصب پر فائز ہین اور اسلام کی سیاسی خدمات انجام دینے کے بعد اب انکی مذہبی خدمات انجام دینا چاہتے ہین، اسکو صوبہ متحدہ کی گورنمنٹ سے پوچھنا چاہئے کہ ایک سرکاری ملازم کے لیے یہ کہان تک مناسب ہے کہ وہ اس قسم کے دلآزار مضامین کا سلسلہ جاری رکھے، ہم کو موجودہ ہوم ممبر نواب سر مزمل اللہ خان بہادر بالقابہ کو بھی ادھر متوجہ کرنا ہے کہ وہ اپنے ماتحتون کے اس کارنامہ کو خود اپنی انکھون سے ملاحظہ فرمائین،

حیدرآباد دکن مین جناب نواب سالار جنگ بہادر کی سرپرستی مین اردو نستعلیق ٹائپ بنانے کا جو ادارہ قائم ہے، اس نے اپنے ٹائپ کے چھپے ہوئے چند نمونے ہمارے پاس بھیجے ہین، اسمین تو کوئی شک نہین کہ یہ ٹائپ عیسائی مشنریون کے شروع شروع کے بنائے ہوئے اردو نستعلیق سے ترقی یافتہ ہے، جوڑ کہین کھلے ہوئے نہین ہین، حروف کی کرسی بھی بہت کچھ ٹھیک ہو گئی ہے، باریک ٹائپ کا جو نمونہ ہمکو بھیجا گیا ہے اسمین نوک پلک اور رعنائی بھی موجود ہے، ادارہ مذکور نے یقین دلایا ہے کہ نواب صاحب ممدوح کے کتبخانہ مین ایرانی اور مغل درباروں کے بڑے بڑے خوشنویسون کے جو قطعات ہین اُن کو سامنے رکھکر حسن خط کو مزید ترقی دینے کی کوشش کیجا رہی ہے،

ہم نے ابتک اپنے دوستون کو اس سے مطلع نہین کیا ہے کہ امسال دار المصنفین کے سلسلۂ تعمیر مین مصنفین کیلئے دو سکونتی مکانات (فیملی کوارٹر) کا اضافہ ہوا ہے، حسب معمول برادر عزیز مولانا مسعود علی صاحب ندوی نے انکی بہتر اور ارزان تعمیر مین پوری کوشش کی ہے، اس نئی تعمیر کے سلسلہ مین جن محسنین نے مالی امداد کا وعدہ فرمایا تھا، ان مین سے نواب صدریار جنگ مولانا حبیب الرحمان خان شیروانی نے

باوجود زمینداریون کے موجودہ مالی مشکلات کے ایک ہزار کی موعودہ رقم مین سے پانچسو اس مہینہ مین عنایت فرمائے،

ہمارے بعض ناظرین کا اصرار ہے کہ معارف مین سوال و جواب کا ایک باب بھی قائم کرین جسمین لوگون کے علمی و ادبی و تاریخی و مذہبی سوالات کے جوابات دیئے جائین معارف کے شروع مین یہ باب "مسائل و فتاوی" کے عنوان سے قائم تھا جون ۱۹۱۶ء مین ہم نے اعلان کیا کہ "استفسارات علمیہ" کے نام سے ایک نئے باب کا اضافہ ہوگا، گو کہ دار المصنفین جب سے قائم ہے علمی سوالات کے تحریری جوابات اور خطوط و مراسلات کا غیر منقطع سلسلہ قائم ہے، اور کوئی دن ایسا کم گذرتا ہے کہ کسی استفسار کے جواب کی نوبت نہ آتی ہو، تاہم اس سوال و جواب کی اشاعت مناسب نہ معلوم ہوئی کہ خواہ مخواہ ایک شخصی معاملہ کو عمومی حیثیت کیون دیجائے، اور اسی لیے اس باب کو بند کر دیا، اب احباب کا اصرار ہے اور یہ کہنا ہے کہ اکثر اعتراضات و شکوک و شبہات یکسان ہوتے ہین اس لیے ایک کے سوال کا جواب چھپ جانے سے بہتون کا بھلا ہوگا، بہرحال ہم کو کچھ عذر نہین، فرق صرف یہ ہوگا، کہ جو کام نجی کے طور پر ہوتا تھا، وہ اب اشاعت بھی پائیگا،

مگر ضرورت ہے کہ اہل استفسار ان دفعات کو پیش نظر رکھین،

۱- استفسار کے خط کو دفتری معاملات کے خطوط سے الگ کاغذ پر لکھا جائے،

۲- استفسار مختصر سے مختصر لفظون مین ہو،

۳- استفسار کی عبارت سنجیدہ ہو،

۴- فریقانہ دلآزاری کے سوالات نہ ہون،

۵- استفسار صرف ایک صفحہ پر لکھا جائے، دوسرا صفحہ خالی ہو،

۶- ہر استفسار کا جواب رسالہ مین شائع کر دینا ضروری نہ ہوگا،

مقالات

ایمان

بطور اساس ملت اور بنیاد عمل کے

(۲)

اب ہم کو یہ دیکھنا ہے کہ دنیا کی وہ کونسی عظیم الشان حقیقت ہو جو سرتاپا صداقت اور حق ہو، ایسی عالمگیر ہو جو عرصۂ وجود کے ایک ایک ذرہ کو محیط ہو، اور ایسی لازوال ہو جو کبھی فنا نہ ہو، اور ایسی کھلی اور واضح ہو جس کے تسلیم کرنے مین کسی کو عذر نہ ہو، اور ایسی خیر مجسم ہو جو ہمارے اندر ہر قسم کی نیکیون کی تحریک کرے، اور جو ایسی تسکین و تسلی ہو جو ہر مصیبت اور مشکل کے وقت ہمارے صبر و استقلال کی چٹان بن سکے، اور ایسا مضبوط اور مستحکم سررشتہ ہو جو کسی وقت ٹوٹ نہ سکے، اور جس کے احاطۂ عام کے اندر مخلوقات کی ایک ایک فرد داخل ہو کر اخلاقی حقوق و واجبات کی برادری قائم کر سکے، اور خالق و مخلوق دونون کی وابستگی اور محبت کا ذریعہ ثابت ہو،

نہ صرف اسلام اور اس کا صحیفہ، بلکہ دنیا کا ہر مذہب، بلکہ ہر قوم اس بات کی گواہی دیگی کہ عظیم الشان حقیقت خود خالق عالم کی ہے، وہ ایسی عالمگیر ہستی ہے جو سرتاپا صداقت اور حق ہے جو کبھی نہ بدل سکتی نہ بدلیگی، زبانون مین جو انقلاب ہو، خیالات مین جو تغیر ہو، تمدنون مین جو اتار چڑھاؤ ہو، قومون مین جو تفرقے پیدا ہون، مجازی حقیقتون، مادی فائدون اور سیاسی غایتون مین جو اختلاف بھی پیدا ہو، مگر وہ ایک حقیقت ہو جو اپنی جگہ پر مسلّم رہیگی، اور جسمین کوئی تغیر اور انقلاب پیدا نہ ہوگا، وہ ایک ایسی لازوال ہستی ہے جو مادیات کی دنیا کی طرح منہدم ہوتی اور بنتی اور

لحظہ بہ لحظہ متغیر اور منقلب نہین،

پھر وہ ایسی عالمگیر اور محیط ہستی ہی، کہ اوس کے احاطۂ عام کے اندر تمام قومین، تمام ملکتین، بلکہ تمام مخلوقات یکسان استحقاق کے ساتھ داخل ہین، اوسکی ملکیت مین سیاہ و سپید، زنگی و رومی، ہندی و فرنگی، عربی و عجمی، امیر و غریب، عورت و مرد، شاہ پسند اور جمہوریت پسند، حاکم اور محکوم، آقا اور غلام، عالم اور جاہل، سب برابری کے ساتھ یکسان شامل ہین، اور اس سے ایسی برادری کا رشتہ قائم ہوتا ہی جو قومون مین میل، ملکتون مین اتحاد اور مخلوقات مین فرائض و واجبات کا احساس پیدا کرتا ہی،

وہ خود مجسم خیر اور سرتاپا نیکی ہے اس کی عقیدت اور محبت ہمارے اندر نیکیون کی تحریک، اور برائیون کی نفرت پیدا کرتی ہے تاریکیون مین بھی اوس کی دیکھنے والی آنکھون، اور خلوتون مین بھی اوس کی جھانکنے والی نگاہون کا سچا عقیدہ نازک سے نازک موقع پر بھی ہم کو برائیون سے بچاتا، اور نیکیون کے لئے ابھارتا ہی،

جب ہمارا ہر سہارا ٹوٹ جاتا ہے ہر اعتماد شکست ہو جاتا ہے اور ہر امید منقطع ہو جاتی ہے، اور جب افراد و اقوام کے صبر و استقلال کے پاؤن ڈگمگا جاتے ہین، اور ان کے وجود کی کشتی منجدھار مین پھنس جاتی ہے، اس وقت اوسی ایک کی مدد کا سہارا کام آتا ہے اور اسی ایک کی نصرت کا وثوق فتح و ظفر سے ہمکنار کرتا ہے، اور مایوسیون اور ناامیدیون کے ہر بادل کو چھانٹ کر رحمت الٰہی کے نور سے آنکھون کو منور اور دلون کو مسرور کر دیتا ہی،

اب کوئی بتائے کہ کسی ایسی قوم کے لئے جو اپنے کو دائمی اور ہمیشہ کے لئے روے زمین پر آئی ہوئی اور آخر الامم اور غیر منسوخ ملت ہونے کی مدعی ہو، اس کے اساس ملت بننے کے لئے ہر روز بدل جانے والے اور ہر صدی مین منقلب ہو جانے والے تخیلات اور نظریے کبھی اساس ملت قرار پا سکتے ہین، اور ایسی قوم کے لئے جو کسی نسل کسی رنگ کسی قطعۂ زمین مین اپنے کو محدود نہ کرے، اس عالمگیر خدائی برادری سے بڑھکر کوئی برادری مناسب ہو سکتی ہی؟

پھر ایسا عقیدہ جو تنہا ہماری ملت کا اساس ہی نہو بلکہ ہمارے عمل کی بھی بنیاد ہو، اوس خلاق عالم، اور علام الغیوب کے ایمان کے سوا کوئی دوسرا نہین ہو سکتا ہے، یہ لازوال اور زندۂ جاوید ہستی ہماری ملت کو لازوال اور زندۂ جاوید

بناتی ہے یہ عالمگیر اور محیط ہستی ہمارے اندر عالمگیر اخوت اور عمومی برادری کا رشتہ قائم کرتی ہے، وہ خیر مجسم اور سرتاپا نیک ہستی، ہم کو خیر کی دعوت اور نیکی کی صدا دیتی ہے اوس کے کمالی اوصاف ہمکو اپنے اخلاقی کمال کا نصب العین عطا کرتے ہین، اوس کے اسمائے حسنیٰ اور صفات کاملہ کا عقیدہ ہم کو حسین اور کامل بننے کا درس دیتا ہی،

اس سے ظاہر ہو گا کہ خدا اور اسکی ذات و صفات پر اعتقاد محض نظریہ کی حیثیت نہین رکھتا، بلکہ اوسکی حیثیت تمامتر عملی ہے اوسکی صفات عالیہ ہمارے اوصاف حسنہ کیلئے نمونہ ہین، اور اس کے محامد کریمہ ہمارے اعمال و اخلاق کی تصحیح کے لئے تحریر اوراق کا مسطر ہین،

اس تفصیل سے معلوم ہو گا کہ ایمان حقیقت مین ان چند اصولون کا نام ہے، جن پر ہمارے اعمال اور اخلاق کی بنیاد ہے، جس طرح دنیا کی دوسری چیزین فی نفسہ نہ خیر ہین نہ شر، ہم ان کو خیر یا شر صرف اون کے موقع استعمال کے لحاظ سے کہتے ہین، آگ فی نفسہ نہ خیر ہے نہ شر، لیکن جب کوئی ظالم اس آگ سے کسی غریب کا جھونپڑا جلا کر خاک سیاہ کر دیتا ہے تو وہ شر ہو جاتی ہے، لیکن جب اسی آگ سے کوئی رحمدل انسان چولھا گرم کر کے کسی بھوکے کیلئے کھانا پکاتا ہی تو وہ خیر ہو جاتی ہے، اسی طرح نیک و بد اعمال بظاہر یکسان ہین، اور ان مین نیک و بد کی تمیز نہین کی جا سکتی، جب تک کہ اوس غرض و غایت کا لحاظ نہ کیا جائے جس کے لئے وہ کام کیا جاتا ہے، ایک ڈاکو کا ایک مسافر کو قتل کر دینا، اور ایک حکومت کا کسی ڈاکو کو پھانسی دینا، یکسان اتلاف جان کا فعل ہی، لیکن دنیا اگر ایک کو خیر اور ایک کو شر کہتی ہی تو وہ اس غرض و غایت کی بنا پر ہے جس کے لئے یہ دونون قتل کئے گئے ہین، ڈاکو جس قتل کا مرتکب ہوا ہے اوس سے اس کا مقصود مسافر کے مال پر ظالمانہ قبضہ تھا، اور اس راہ مین اوس کے مالک کا ناحق قتل اور جس کا آخری نتیجہ راستہ کی بدامنی، اور ملک کی ویرانی ہے، اور سزا دینے والی حکومت کی غرض، لوگون کی جان و مال کی حفاظت، راستہ کا امن، اور ملک کو آباد کرنا ہے، اس لئے پہلا فعل شر، اور دوسرا خیر ہے،

خیر و شر کی فلسفیانہ تحقیق، اور ان کی تمیز نہایت مشکل ہی، جسکو نہ ہر عامی و جاہل سمجھ سکتا ہے، اور نہ اس سے متاثر ہو سکتا ہی، حالانکہ اکثر امور خیر و شر پر تمام دنیا متفق ہی، اس لئے ادنیٰ سے لیکر اعلیٰ تک کیلئے اوس نے ایک آسان

اصول یہ وضع کر دیا کہ وہ تمام باتین جنکو خدائے تعالی پسند کرتا ہے خیر ہے، اور جنکو ناپسند کرتا ہے شر ہے، اور اس اصول سے نہ خیر و شر کی حقیقت بدلتی ہے، نہ اون کے نفع و ضرر کا پہلو بدلتا ہے، نہ دنیا کے فائدہ و نقصان مین کمی بیشی ہوتی ہے، ہان یہ ہوتا ہے کہ اس اصول کی تاثیر دلون مین ایسی راسخ ہوجاتی ہے کہ جنگلی و صحرائی سے لیکر مہذب و تعلیم یافتہ تک اس اصول کے ماتحت خیر پر عمل کرتا اور شر سے بچتا ہے، چنانچہ آج دنیا مین جسقدر بھی خیر وجود ہے اور شر سے احتراز وہ پیغمبرانہ ہی تعلیم کا نتیجہ ہے فلسفیانہ نکتہ آفرینیون کا نہین، ارسطو و اسپنسر کے اصول اخلاق کو پڑھکر اور سمجھ کر کتنے نیک اور خوش اخلاق پیدا ہوئے، اور مسیح و محمد علیہما السلام کی تعلیم و تاثیر نے کتنون کو خوش اخلاق اور نیک کردار بنایا، اور آج دنیا مین لندن و نیویارک کے بازارون سے لیکر افریقہ کے صحراؤن اور جنگلون اور ہندوستان کے دیہاتون تک مین نیکی کی اشاعت اور برائی سے پرہیز کی تعلیم انبیاء کے پیروون کے ذریعہ ہو رہی ہے یا فلسفیون کے ذریعہ،

ایمان و عمل باہم لازم و ملزوم

سچے ایمان اور حسن عمل درحقیقت لازم و ملزوم ہین، اگر کوئی یہ کہے کہ ایک مومن بدکار ہوسکتا ہے یا نہین؟ تو یہ سوال حقیقت مین خود تضاد کو مستلزم ہے، اسی لئے احادیث مین آتا ہے کہ کوئی مومن ہوکر بدکاری اور چوری نہین کرسکتا، اور اگر کرتا ہے تو اسوقت اسکا ایمان مسلوب ہوجاتا ہے، اور یہ بالکل واضح ہے، جب کوئی مومن برائی کرنا چاہتا ہے، تو اوس کے ایمان یعنی اصول اور جذبات فاسدہ کے درمیان کشمکش پیدا ہوتی ہے، تھوڑی دیر یہ لڑائی قائم رہتی ہے اگر ایمان اور اصول نے فتح پائی تو وہ اپنے کو بچا لیتا ہے، اور اگر جذبات غالب آتے ہین تو ایمان اور اصول کا تخیل اوسوقت دب کر اوس کی نظر سے اوجھل ہوجاتا ہے، اس بنا پر سچا مومن اور بدکردار ہو یہ ممکن ہی نہین، اگر ہے تو حقیقت مین ایمان ہی کا کمال نہین یہان بحث رسمی ایمان و مومن سے نہین بلکہ اس ایمان سے ہے جس کے معنی غیر متزلزل یقین و ناقابل شک اعتقاد کے ہین جہان کہین رسمی و ظاہری ایمان کے ساتھ برائی اور بدکرداری کا وجود ہے، وہ درحقیقت ایمان کا نقص اور یقین کی کمی کے باعث ہی عمل صالح کی کمی بھی ایمان کی کمی کا نتیجہ ہے،

مشرک کی نجات نہین

لیکن بہرحال عقلی فرض اور رسمی ایمان کے لحاظ سے یہ سوال ہوسکتا ہے، اور یہ مانا جاسکتا ہے کہ ایک بدکردار مومن اور نیک اخلاق کافر و مشرک مین اگر پہلا نجات کا مستحق ہے اور دوسرا نہین ہے تو ایسا کیون ہے؟ اس کا جواب شرعی اور عقلی دونون حیثیتون سے بالکل ظاہر ہے اسلام نے نجات کا مدار ایمان اور عمل دونون پر رکھا ہے، جیسا کہ قرآن کہتا ہے،

ان الانسان لفی خسر الا الذین آمنوا و عملوا الصالحات (عصر)

بیشک کل انسان گھاٹے مین ہین لیکن وہ جو ایمان رکھتے ہین اور اچھے کام کرتے ہین،

اس لئے کامل نجات کا مستحق وہی ہے جو مومن بھی ہے اور نیک کردار بھی ہے، لیکن اگر ایسا نہ ہو تو خدا کفر و شرک کے گناہ کے سوا اپنے بندہ کا ہر گناہ چاہے تو معاف کرسکتا ہے، البتہ شرک و کفر کو معاف نہ فرمائے گا، اور اس کی سزا ضرور ہی وہ دیگا، چنانچہ ارشاد ہے،

ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ و یغفر ما دون ذالک لمن یشاء و من یشرک باللہ فقد افتری اثما عظیما (نساء - ۷)

بیشک خدا اسکو معاف نہ کرے گا کہ اوس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس کے سوا دوسرے گناہ جسکو چاہے گا، معاف کردے گا،

ایک اور آیت مین مشرکون کے متعلق یہ قطعی طور سے فرمایا،

انہ من یشرک باللہ فقد حرم علیہ الجنۃ و ماواہ النار (مائدہ - ۱۰)

بیشک یہ بات ہے کہ جو اللہ کے ساتھ شرک کرے گا تو اللہ نے اوس پر اپنی جنت حرام کی ہے،

قرآن پاک نے اون لوگون کے کامون کی مثال جو ایمان سے محروم ہین، اس راکھ سے دی ہے جسکو ہوا کے جھونکے اوڑا اوڑا کر فنا کر دیتے ہین، اور اُن کا کوئی وجود بھر باقی نہین رہتا، اسی طرح وہ شخص جو ایمان سے محروم ہین اون کے کام بھی بے بنیاد اور بے اصل ہین،

مثل الذین کفروا بربھم اعمالھم

جنھون نے اپنے پروردگار کا انکار کیا، اون کے کامون کی

كَرَمَادٍ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيحُ فِي يَوْمٍ عَاصِفٍ ۖ لَا يَقْدِرُونَ مِمَّا كَسَبُوا عَلَىٰ شَيْءٍ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الضَّلَالُ الْبَعِيدُ ۝ (ابراهيم ۲)

مثال اوس راکھ کی ہے جس پر آندھی والے دن زور سے ہوا چلی، وہ اپنے کامون سے کوئی فائدہ نہین اٹھا سکتے یہی سب سے بڑی گمراہی ہے،

سورۂ نور مین ایمان کی دولت سے محروم لوگون کے اعمال کی مثال سراب سے دی گئی ہے کہ اوس کے وجود کی حقیقت فریب نظر سے زیادہ نہین،

وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ بِقِيعَةٍ يَحْسَبُهُ الظَّمْآنُ مَاءً حَتَّىٰ إِذَا جَاءَهُ لَمْ يَجِدْهُ شَيْئًا (نور - ۵)

جنھون نے خدا کا انکار کیا اون کے کام اس سراب کی طرح ہین جو میدان مین ہو جس کو پیاسا پانی سمجھتا ہے یہانتک کہ جب وہ اسکے پاس پہنچے تو وہان کسی چیز کا وجود اوس کو نظر نہ آئے،

اونکی ایک اور مثال ایسی سخت تاریکی کی دی گئی ہے جسمین ہاتھ کو ہاتھ سوجھائی نہین دیتا، اور جسمین ہوش وحواس اور اعضا کی سلامتی کے باوجود اُن سے فائدہ اُٹھانا ناممکن ہو،

أَوْ كَظُلُمَاتٍ فِي بَحْرٍ لُجِّيٍّ يَغْشَاهُ مَوْجٌ مِنْ فَوْقِهِ مَوْجٌ مِنْ فَوْقِهِ سَحَابٌ ۚ ظُلُمَاتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ إِذَا أَخْرَجَ يَدَهُ لَمْ يَكَدْ يَرَاهَا ۗ وَمَنْ لَمْ يَجْعَلِ اللَّهُ لَهُ نُورًا فَمَا لَهُ مِنْ نُورٍ ۝ (نور)

یا اون کے کامون کی مثال ایسی ہے جیسے کسی گہرے سمندر مین سخت اندھیرا ہو، اوس کے اوپر موج اور موج پر پھر موج ہو اور اوس کے اوپر بادل گھرا ہو، یہ اندھیرا ہے کہ اس مین ہاتھ نکالے تو وہ بھی سوجھائی نہ دے جسکو خدا نے نور نہ دیا، اوس کیلئے کوئی نور نہین ہے،

الغرض ایمان کے بغیر عمل کی بنیاد کسی بلند اور صحیح تخیل پر قائم نہین ہو سکتی، اسی لئے ریا، نمایش اور خود غرضی کے کامون کو کوئی عزت نہین دی جاتی، وہ کام جو گو بظاہر نیک ہون، لیکن کرنے والا کا اون سے اصلی مقصد نام ونمود پیدا کرنا ہوتا ہے، اخلاقی نقطہ نظر سے تمام دنیا اون کو بے وقعت اور ہیچ سمجھتی ہے اسی بنا پر آنحضرت صلعم کی زبان سے اللہ تعالیٰ نے مسلمانون کو متنبہ کیا اور فرمایا،

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُبْطِلُوا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْأَذَىٰ كَالَّذِي يُنْفِقُ مَالَهُ رِئَاءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۖ فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَأَصَابَهُ وَابِلٌ فَتَرَكَهُ صَلْدًا ۖ لَا يَقْدِرُونَ عَلَىٰ شَيْءٍ مِمَّا كَسَبُوا ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ۝ (بقرہ - ۳۶)

اے ایمان والو! اپنی خیراتون کو، احسان رکھکر اور ستا کر اوس طرح نہ برباد کرو جس طرح وہ برباد کرتا ہے جو لوگون کے دکھانے کے لئے اپنا مال خرچ کرتا ہے اور خدا پر (جو نیکیون کی جزا دیتا ہو) اور قیامت پر (جسمین نیکیون کی جزا ملیگی) یقین نہین کرتا، اوس کی خیرات کی مثال اس چٹان جیسی ہے جس پر کچھ مٹی پڑی ہو، ذرا اوس پر پانی برسا تو مٹی دھل گئی اور پتھر رہ گیا جس پر جو کچھ بویا جائے گا وہ اُگے گا نہین،

اس تفصیل سے معلوم ہوگا کہ ایک بدکردار رسمی مومن کے لئے نجات کی امید ممکن ہے، لیکن ایک حقیقی کافر ومشرک کیلئے نہین، اور اس کی عقلی وجہ ظاہر ہے، ایک بدکردار رسمی مومن اور حقیقی کافر ومشرک کے درمیان وہی فرق ہے، جو ایک چور اور ڈاکو کے درمیان ہے، ہر قانون دان جانتا ہے کہ ان دونون مین قانون کی نظر مین کون مجرم زیادہ ہے، چور گو بُرائی کرتا ہے تاہم حکومت کا خوف اوس کے دل مین ہے، مگر ڈاکو حکومت سے برسرپیکار ہو کر قتل وغارت کا مرتکب ہوتا ہے، اس سے ڈاکو چور سے زیادہ سزا کا مستحق ہوتا ہے، بدکردار رسمی مومن، گو گنہگار ہے، مگر کبھی کبھی خوف الٰہی سے تھرا جاتا ہے، کبھی کبھی خدا کی بارگاہ مین گڑگڑاتا بھی ہے، اور کبھی اپنے گناہون پر خدا کے حضور مین شرمندہ اور نادم بھی ہوتا ہے، مگر کافر ومشرک اگر کچھ اچھے کام بھی کرین، تاہم اپنی دوسری برائیون کے استغفار کے لئے خدا کے سامنے سرنگون نہین ہوتے وہ خدا نام کسی ہستی ہی کے قائل نہین، جسکے خوف سے وہ تھرا اٹھین جسکی بارگاہ مین وہ گڑگڑائے، اور جسکی محبت مین سرشار ہو کر وہ اُسکے احکام کی تعمیل کرین اس لئے اوس مجرم کیلئے جس نے کسی مجبوری سے معذور ہو کر چھپکر کسی قانون سلطنت کی نافرمانی کی رحم وبخشش کا موقع ہے، لیکن اس باغی کے لئے جو سرے سے سلطان وقت کو اور اوس کے قانون ہی کو تسلیم نہین کرتا رحم وبخشش کی کوئی جگہ نہین ہے، لیکن یہ محض ایک تمثیل تھی، ورنہ ظاہر ہے کہ خدا کو اس کی حاجت نہین کہ اوس کے بندے اوس کی حکومت کو

تسلیم کرین، ان اللہ غنی عن العالمین، (بے شک خدا دنیا سے بے نیاز ہے)،

بلکہ اصل یہ ہے کہ ایک کافر و مشرک اس اصول کار کو تسلیم نہین کرتا جس پر مذہبی نیکیون کی بنیاد ہے، اور ایک سہی مومن اوس اصول کو تسلیم کرتا ہے، مگر اوس کے مُطابق عمل نہین کرتا، تو گو برے دونون ہین، لیکن جو اصول کار کی صحت کو تسلیم کرتا ہے اوسکی نسبت توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ آج نہین تو کل عمل بھی کرے گا، لیکن جو ہنوز اصول کا مخالف ہی، اوس کے لوٹنے کے لئے ابھی بڑی دشوار منزل باقی ہی،

اساس ملت اور بنیاد عمل کی اہمیت

اس خالص مذہبی نقطۂ نظر سے ہٹ کر بھی اگر مومن و کافر کے باہمی فرق و امتیاز پر غور کیا جائے تو ظاہر ہوگا کہ گو بہت سے بظاہر نیک لوگون کو جو کافر ہین، اپنے سے الگ کرنا پڑتا ہی، اور بہت سے بظاہر بُرے لوگون کو جو مومن ہین، اپنے اندر داخل کرنا پڑتا ہے، تاہم اس موقع پر اس نکتہ کو فراموش کر دیا جاتا ہے، کہ اس "اپنے" "اور غیر" کی وجہ تقسیم کیا ہی؟ جب اس وجہ تقسیم کو ہم سامنے رکھین گے تو ہم کو ناگزیر طور پر ایسا کرنا ہی پڑے گا، وجہ تقسیم خیرات کرنے والا اور نہ خیرات کرنے والا، یا جھوٹ بولنے والا اور نہ جھوٹ بولنے والا نہین ہے بلکہ ایک خدا پر ایمان رکھنے والا اور ایک دستور العمل (قرآن) کو صحیح ماننے والا ہی اس بنا پر اس وجہ تقسیم کی رو سے ایسا ہونا لازم ہی،

یہ طریقۂ امتیاز کچھ اسلام یا مذہب ہی کے ساتھ خاص نہین ہے، بلکہ ہر تحریک، ہر جماعت اور ہر اصول سیاست، بلکہ تمام انسانی تحریکات اور جماعتون کا اصول تقسیم یہی ہے، ہر تحریک کا ایک نصب العین، اور ہر جماعت کا ایک عقیدہ (کریڈ) ہوتا ہے، کچھ لوگ ایسے ہوتے ہین جو اس کریڈ کے مطابق پورے جوش و خروش کے ساتھ عمل کرتے ہین، یہ اُس مذہب کے مومنین صالحین ہین، دوسرے وہ ہین جو اس کریڈ کو صحیح تسلیم کرتے ہین مگر تغافل، سستی یا کسی اور عارضی سبب سے اس کریڈ کے مطابق عمل نہین رکھتے، یا اُس مذہب کے غیر صالح مومنین ہین، لیکن ایک تیسری جماعت ہے جو سرے سے اس کریڈ ہی کو صحیح تسلیم نہین کرتی، اور نہ اسکو بنیاد عمل قرار دیتی ہے، گو اس تیسری جماعت کے بعض افراد بڑے فیاض و خیر ہون یا بڑے عالم و فاضل ہون تاہم اوس جماعت کے دائرہ کے اندر جسکا وہ کریڈ ہے، ان کے لئے کوئی جگہ نہین ہے، کیا یہی وجہ نہین کہ کانگریس کے کریڈ پر عمل رکھنے والا

اور وہ بھی جو نفس کریڈ کو تسلیم کرتا ہے مگر اس کے مطابق عمل پیرا نہین، کانگریس کے پنڈال مین جگہ پا سکتا ہے مگر وہ جو اوس کریڈ ہی کو صحیح باور نہین کرتا اوس احاطہ مین کوئی جگہ پانے کا مستحق نہین ہو، اسی پر ہر جماعت کے اصول کو قیاس کیا جا سکتا ہی،

اصل یہ ہے کہ جب تک کوئی جماعت اپنے اصول کار، اساس جماعت، اور عقیدہ کو اتنی اہمیت نہ دیگی اوسکی اہمیت جو سب اہمیتون سے بڑھکر ہونی چاہئے قائم نہین رہ سکتی، اور ملت کی وہ دیوار جسکو اسقدر سخت و مستحکم ہونا چاہئے کہ باہر کے سیلاب کا ایک قطرہ بھی اوس کے اندر نہ جا سکے، اگر اس مین اصول و عقیدہ پر ایمان کا مطالبہ کئے بغیر ہر کس و ناکس کو داخلہ کی اجازت دیدی جائے، تو اوس مستحکم دیوار مین یقیناً رخنے پڑ جائین گے، اور وہ ایک لمحہ کے لئے بھی کسی سیلاب کا مقابلہ نہین کر سکتی، اور وہ جماعت ایسے پراگندہ اصول افراد کا مجموعہ ہوگی جنکو کسی اتحاد و اشتراک و جامعیت کا رشتہ باہم متحد و مشترک و مجموع نہین کرتا،

مستحکم جماعتین وہ ہین جو اپنے کریڈ پر شدت کے ساتھ جمی رہتی ہین، اور جو اس کریڈ کو تسلیم نہین کرتا رکن جماعت نہونے کی حیثیت سے وہ ان کی جماعتی برادری مین کوئی اعزاز نہین رکھتا، کیا ایک مسلمان جب کانگریس کا ممبر ہو، یا مسلم کانفرنس کا رکن ہو تو اس کے لئے تو اصول کار کی یہ سختی جائز بلکہ مستحسن ہو، مگر وہی اسلامی جماعت کے ممبر کی حیثیت سے اپنے اخلاقی اصول کار، اساس ملت اور مذہبی بنائے وحدت مین یہ شدت روا رکھے تو کس عقل سے وہ ملامت کے قابل ٹھہرایا جائے، حالانکہ ہر دلی عقیدہ کا لازمی نتیجہ اسی قسم کی شدت اور استحکام ہونا چاہئے، پھر اگر ایک جگہ وہ ہو اور دوسری جگہ نہ ہو تو اس کے صاف معنی یہ ہین کہ ایک کو دل کے ساتھ جو تعلق ہے وہ دوسرے کو نہین،

نظام اسلام

اب اگر اسلام، اور اسلام کے قانون اور مذہب کو سمجھنا ہے تو اوسکی اصل بنیاد پر نظر رکھنا چاہئے جس پر اوسکی یہ پوری عمارت تعمیر ہوئی ہے، وہ بنیاد اقتصادیات کا کوئی نکتہ، دولت کا کوئی خزانہ، نسل و رنگ کا کوئی امتیاز اور ملک و وطن کی کوئی تحدید نہین ہے، بلکہ صرف ایک ہے اور وہ دنیا کی سب سے بڑی لازوال، اور وسیع و عالمگیر صداقت یعنی خدائے واحد پر ایمان ہے، یہ ہے اسلام کی ملت اور برادری کا اصل رشتہ، اسی سے اوس کے

مذہب اور اس کے قانون کی تمام تفصیلیں اور امتیازات کی حدین قائم ہوتی ہین، اوس کی حیثیت اسلام کی مملکت مین وہ ہے جو روم مین پوپ کی تھی اور آج روس مین اصول بالشویت کی ہے،

اس برادری کے دینی اور دنیاوی حقوق کو حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس جماعت کے شعار یعنی ارکان پر دستخط کرے اور اس کے کریڈ کو دل و جان سے قبول کرے آج تمام مہذب دنیا کسی عالمگیر برادری کی بنیاد کو تلاش کرنے مین حیران و سرگردان ہے مگر نہین ملتی، ساڑھے تیرہ سو برس پہلے کی طرح آج بھی اسلام یہ آواز بلند کر رہا ہے کہ:-

"اے اہل کتاب آؤ ہم اس ایک بات پر متفق ہو جائین جو ہمارے اور تمھارے نزدیک یکسان ہے، کہ خدائے واحد کے سوا کسی اور کی پرستش نہ کرین اور خدا کو چھوڑ کر ہم ایک دوسرے کو اپنا رب نہ بنائین"،

یہی اسلام کا وہ نظام ہے جس پر اوس کے دین اور اوس کی دنیا دونون کی بنیاد ہے، جو شخص اس بنیاد کو مٹانا چاہتا ہے، وہ محمد رسول اللہ کے دین کو توڑتا ہے، خواہ وہ کسی اور نئے دین کو بنانے کا مدعی ہو یا نہو،

ایک غلط فہمی کا ازالہ

اس مضمون سے کسی کو یہ شبہہ نہ ہو کہ اسلام کی تعلیم کا منشا یہ ہے کہ غیر مومن قومون کے ساتھ مصالحت اور مراعات کا کوئی تعلق ہو ہی نہین سکتا، ایسا سمجھنا قطعاً غلط ہے، قرآن پاک نے مشرکون تک سے مصالحت کی اجازت دی ہے،

وان جنحوا للسلم فاجنح لها — اگر وہ مشرک صلح کے لئے جھکین تو تم بھی جھکو،

ایک اور آیت مین فرمایا کہ "اون لوگون سے جو تم سے دین کی لڑائی نہین لڑتے، نیکی اور انصاف کے تعلقات کی ممانعت نہین ہے" اور سب سے کھلی ہوئی آیت یہ ہے کہ ماں باپ مشرک ہون تو بھی اون کا دنیاوی ادب و لحاظ کرنا ضروری ہے البتہ مذہب کے باب مین اون کی خاطر جائز نہین، فرمایا

وان جاهداك على ان تشرك بي ما ليس لك به علم فلا تطعهما، وصاحبهما — اور اگر وہ دونون تجھ سے اس بات پر لڑین (یا ضد بھی کرین) کہ تو میری خدائی مین کسی انجان ہستی کو شریک کرے تو اونکا

فی الدنیا معروفا، (لقمان - ۲) — کہا نہ مان، اور دنیا مین اون کے ساتھ نیکی کے ساتھ رہ،

اسی طرح ایک مسلمان قوم دوسری غیر مسلم قوم کے ساتھ جس کے درمیان ملک و وطن کا تعلق ہے دینی افتراق کے ساتھ دنیاوی اتحاد بھی ہو سکتا ہے، آنحضرت صلعم نے غیر قومون کے ساتھ متعدد صلحنامے کئے ہین یہود یون کے ساتھ دفاعی معاہدہ کیا ہے، مشرکین مکہ کے ساتھ متارکہ کا صلحنامہ کیا ہے، مصالح کے لحاظ سے مشرکون کے تحفے قبول بھی کئے ہین، اور رد بھی کیا ہے، ہجرت کے سفر مین مشرک کو رہبر بھی بنایا ہے، اور احد مین اون کی جنگی شرکت ناپسند بھی کی ہے کہ مشرکین مکہ کے ساتھ شرک و توحید کی جنگ تھی جسمین توحید کے لشکر مین شرک کے سپاہی وفاداری کے ساتھ لڑ نہین سکتے تھے، مگر حضرت ابو بکر صدیق اور عمر فاروق کے عہد مین جب لڑائی نے توحید و تثلیث نہین، بلکہ عرب و روم کی حیثیت حاصل کر لی تو اون خلفائے راشدین نے عیسائی عربون کی امداد کو قبول کر لیا اور اونکو بلا توقف اسلامی لشکر کے پہلو بہ پہلو رومیون سے لڑنے کی اجازت دیدی، مگر مذہب کی حیثیت سے موحد موحد، اور تثلیث پرست تثلیث پرست ہی رکھے گئے، اون کو اسلام کی دنیاوی بادشاہی مین فراخدلی کے ساتھ جگہ دی گئی مگر آسمان کی روحانی بادشاہی مین وہین اون کو رکھا گیا، جہان اون کی جگہ تھی،

حضرت مولانا شاہ محمد اجمل قدس سرہٗ

المولد سنہ ۱۱۶۰ھ المتوفی سنہ ۱۲۳۶ھ

الا یا طالب الکرم المسلسل توجہ نحو "دار الشاہ اجمل"

تجد کرماً و عزاً و احتراماً وفخراً منہ فخر الدین یجمل

از

مولانا حافظ شاہ سید احمد صاحب المعروف بہ سید میاں سجادہ نشین دائرۂ شاہ اجملؒ

الٰہ آباد میں دائرہ حضرت شاہ اجمل قدس سرہٗ ایک مشہور اور معروف مقام ہے، جس کو عوام بڑے دائرہ کے نام سے جانتے اور پہچانتے ہیں، الٰہ آباد کے بڑے اسٹیشن (ای، آئی، آر) سے اگر آپ اتریں اور چوک کی جانب روانہ ہوں تو اسٹیشن کی سڑک جہاں مشہور شیر شاہی سڑک سے متصل ہوتی ہے ٹھیک اس کے مغرب میں چند قدم چل کر کالون اسپتال کے سامنے آپ کو ایک سڑک ملے گی جو شاہی سڑک سے جانب جنوب رواں ہے، اس کا نام بلدیہ الٰہ آباد نے شاہ اجمل لین رکھا ہے، اس سڑک پر جو آبادی ہے، وہ محلہ دائرہ شاہ اجمل کے نام سے موسوم ہے، جس کا سلسلہ دور تک چلا گیا ہے، اس سڑک پر جانب جنوب چلنے سے آپ کو وہ عظیم الشان پھاٹک ملے گا جو دائرۂ شاہ اجمل کے اندر لیجاتا ہے، یہ پھاٹک اپنی رفعت اور بلندی سے اوج رفتہ کا پتہ دیتا ہے، اندر کا احاطہ اصل دائرۂ شاہ اجمل ہے، جس میں عہد مغلیہ کی متعدد عمارتیں ہیں، مسجد قطب الاقطاب حضرت شیخ محمد افضل علیہ الرحمہ جو عہد عالمگیر میں سنہ ۱۱۰۰ھ کی تعمیر ہے، روضہ قطب الاقطاب حضرت شیخ محمد افضل الٰہ آبادی جس میں علاوہ شیخ کے دیگر مشہور اکابر و شیوخ مثلاً قطب الاقطاب حضرت شیخ محمد یحیٰی المعروف بہ شاہ خوب اللہ الٰہ آبادی، قطب وقت حضرت مولانا شیخ محمد ناصر المتخلص بافضلی و

حضرت مولانا شاہ محمد اجمل قدست اسرارہم کے مزارات اقدس ہیں، مجلسرا اور خانقاہ حضرت شاہ محمد اجمل علیہ الرحمۃ جو سنہ ۱۲۲۹ھ کی تعمیر ہے،

یہ دائرہ ہندوستان کے علم و رشد کے مشہور خانوادوں میں سے ایک ہے جس میں بڑے بڑے صاحب کمال مشائخ، علماء، فضلا اور شعرا پیدا ہوئے، جن کے علم و رشد کے فیض سے ایک عالم سیراب ہوا، قطب الاقطاب حضرت شیخ محمد افضل المتوفی سنہ ۱۱۴۴ھ، قطب الاقطاب حضرت شیخ محمد یحیٰی المعروف بہ شاہ خوب اللہ المتوفی سنہ ۱۱۴۴ھ، علامہ محمد طاہر، علامہ محمد فاخر محدث المتخلص بزائر المتوفی سنہ ۱۱۶۴ھ، قطب وقت حضرت مولانا محمد ناصر المتخلص بافضلی المتوفی سنہ ۱۱۶۳ھ اور حضرت مولانا شاہ اجمل قدس سرہٗ اسی گھر کے چشم و چراغ تھے جن کے علم و ارشاد کے مشعل سے خلق اللہ نے عموماً اور مشاہیر فضلائے عصر نے خصوصاً اکتساب نور کیا، جن میں علامہ حافظ امان اللہ بنارسی (استاد ملا نظام الدین) اور علامہ سید مرتضیٰ زبیدی (صاحب تاج العروس) کے نام نامی خصوصیت سے قابل ذکر ہیں،

اس دائرہ کی ایک امتیازی خصوصیت یہ بھی تھی کہ یہاں کے اکابر و شیوخ باوجود صوفی المشرب ہونے کے انتہائی تشرع ملحوظ خاطر رکھتے، اور صوفیائے زمانہ کے بدعات سے محترز اور الگ رہتے، ان کی طریقت شریعت سے الگ کوئی چیز نہ تھی، اب تک اس خصوصیت کا یہ اثر باقی ہے کہ مزامیر یا کسی اور قسم کا باجہ دائرہ کے حدود کے اندر داخل نہیں ہو سکتا، سلطان اورنگزیب عالمگیر نے صوفیہ کے بدعات پر بڑی دار و گیر کی تھی، سلطان کے سامنے رسالہ تسویہ مصنفہ حضرت شیخ محب اللہ الٰہ آبادی کے سلسلہ میں حضرت شیخ محمد افضل علیہ الرحمۃ اور ان کے ایک پیر بھائی حاجی محمد ولی کا نام نامی بھی پیش کیا گیا تھا، سلطان نے حضرت شیخ کے نام کے سامنے ایک دائرہ کھینچ دیا اور حاجی محمد ولی کے نام کے آگے حسب ذیل عبارت تحریر فرمائی:-

"این بادر طریقت شیخ محمد افضل است این خاندان تقویٰ ست اینہا از وسوسہ سوء العقیدہ مبرا اند"

اس دائرہ کی شہرت اور عظمت سارے ہندوستان میں مسلم تھی، یہاں کے اکابر و شیوخ سے شرف زیارت

کے حصول کی خاطر سلاطین، امراء، اعیانِ دولت، علماے کبار و مشایخ عظام تشریف لاتے تھے، شاہ فرخ سیر شہنشاہِ ہند قطب الاقطاب حضرت شیخ محمد افضل علیہ الرحمۃ کی خدمت مین ہیین باریاب ہوا، نواب آصف الدولہ شاہ اودھ حضرت شاہ محمد اجمل سے ملنے یہین حاضر ہوا، اس دائرہ کے اکابر عموماً صاحبِ تصنیفات کثیرہ ہین، اور سب صاحبِ دیوان کرم مسلسل کے ایسے اجماع کی نظیر مشکل سے مل سکے گی، ان اساطین علم و رشد کے حالات و کارنامے فرداً فرداً ایک مبسوط مضمون کے محتاج ہین، انشاء اللہ کسی دوسری فرصت مین اس خدمت کو انجام دونگا، فی الحال حضرت شاہ اجمل کے حالاتِ زندگی ہدیۂ ناظرین کرتا ہون،..

شجرۂ نسب[1] اور دیگر خاندانی حالات،

آپ کے آباو اجداد نسباً شیوخ عباسی غیر بنی الخلفا مین سے ہین، سلسلہ نسب حسب ذیل ہے :-

شیخ محمد اجمل ابن شیخ محمد ناصر ابن شیخ محمد یحییٰ المعروف بہ شاہ خوب اللہ ابن شیخ محمد امین (برادر قطب الاقطاب حضرت شیخ محمد افضل الہ آبادی علیہ الرحمۃ) ابن شیخ عبد الرحمٰن ابن شیخ عبد النبی ابن قاضی یعقوب ابن قاضی محمد غوث قاضی جیون ابن قاضی احمد عرف قاضی خوجن ابن مخدوم شیخ ابو البرکات ابن مخدوم شیخ طاہر ابن مخدوم شیخ علی ابن مخدوم شیخ منہاج الدین ابن مخدوم شیخ مظفر ابن مخدوم شیخ اعلیٰ ابن مخدوم شیخ حسین ابن مخدوم شیخ تاج الدین ابن مخدوم شیخ محمد ابن مخدوم شیخ ضیاء الدین ابن مخدوم شیخ میر ابن مخدوم شیخ عین الدین ابن کمال الدین ابن مسعود ابن محمود ابن صدر الدین ابن حامد ابن محمد ابن قاضی علی عرف خواجگی ابن احمد ابن قاضی یحییٰ ابن قاضی علی ابن قاضی احمد ابن قاضی قاسم ابن قاضی عبد الملک ابن قاضی محمد (حاکم قلعہ بھکھر) ابن ابراہیم ابن موفق ابن ابراہیم ابن اسمٰعیل ابن محمد ابن عبد اللہ رئیس المفسرین ابن عباس عم رسول اللہ صلعم،

[1] شجرۂ نسب اور دیگر خاندانی حالات مکتوبات جلد اول حضرت شیخ محمد یحییٰ المعروف بشاہ خوب اللہ الہ آبادی سے اجمالاً اخذ کئے گئے ہین فمن شاء التفصیل فلیرجع الیہ، مکتوبات جلد اول کے جامع حضرت خواجہ عبد العزیز المتخلص بیکل گورکھپوری مرید و خلیفہ حضرت شیخ محمد افضل تھے،

اس کے بعد آپ کا سلسلۂ نسب حضرت رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے شجرۂ طیبہ سے متحد ہو جاتا ہے،

آپ کے خاندان کے سب سے پہلے بزرگ جو اوائل عہد اسلامی مین ہندوستان تشریف لائے، قاضی محمد ابن ابراہیم ہین جو صوبہ سندھ کے مشہور قلعہ بھکھر کے حاکم تھے، اس کے بعد عہد تغلق مین جب قلعہ بھکھر فتح ہوا مخدوم شیخ تاج الدین اور ان کے چھوٹے بھائی شیخ سراج الدین بغداد سے خراسان اور ماوراء النہر ہوتے ہوئے ہندوستان آئے، اور تقربِ شاہی سے مشرف ہوئے، اس زمانہ مین پرگنہ نمدی جو بوجھپور (آجکل ضلع آرہ کا ایک علاقہ ہے) کا علاقہ تھا، راجہ جوتنگ کی ریاست تھی، راجہ نے سرکشی اختیار کر لی تھی، بادشاہ کو اس کی فکر ہوئی دونون بھائیون نے اس مہم کے لئے اپنی خدمات پیش کین، بادشاہ کی جانب سے ۵۰۰ سواران کے تحت مین عنایت ہوئے اور یہ غازیان اینار سالہ لیکر نمدی پہنچے، جنگ ہوئی، اور نمدی فتح ہوا، خطبہ بادشاہ کے نام کا پڑھا گیا، راجہ جوتنگ راجہ بھوج پور کے یہان جا کر پناہ گزین ہوا، بادشاہ کی طرف سے دونون بھائیون کو خلعت عطا ہوا، اور نمدی کی ریاست ان کے سپرد ہوئی جو بعد کو انھین غازیانِ اسلام کے نام پر غازیپور کے نام سے مشہور ہوا اور آجکل عہد انگریزی مین مشہور ضلع ہے، اس کے بعض مواضعات بھی انھین غازیون کے نام سے مشہور ہین، مثلاً تاج پور وغیرہ، شیخ تاج الدین نے نمدی (غازی پور) مین اقامت اختیار کی اور انکی اولاد بھی وہین آباد ہوئی، دوسرے بھائی شیخ سراج الدین کچھ عرصہ کے بعد اپنی ریاست اپنے بڑے بھائی اور ان کے فرزندون کے سپرد کر کے بنگال کی طرف چلے گئے، اور وہان گوڑ مین جا کر اقامت اختیار فرمائی اور بادشاہ کی طرف سے وہان کی ریاست ان کے سپرد ہوئی، ان کی اولاد اب تک وہان موجود ہے،

مخدوم شیخ تاج الدین کی اولاد مین سے شیخ ابو البرکات (موجودہ ضلع غازیپور) موضع بھتولی مین آئے جو پرگنہ بھتری مین سید پور کے قریب تھا اور یہ موضع ان کو سلاطین شرقیہ جونپور مین سے کسی نے حسن خدمت کے صلہ مین عطا کیا تھا، وہان انھون نے عمارات عالیہ تعمیر کرائی اور سکونت پذیر ہوئے، انکے ایک فرزند خواجہ احمد المعروف بہ قاضی خوجن سید پور کے منصب قضا پر فائز ہوئے، قاضی خوجن کے بارہ لڑکے

تھے جن میں سے چار سید پور میں آباد ہوئے (آٹھ جو دوسری بی بیون سے تھے وہ ادھر ادھر منتشر ہو کر آباد ہوئے) قصہ مختصر ان چارون اولاد میں سے قاضی محمد عرف قاضی جیون کی چوتھی پشت میں شیخ محمد افضل ابن شیخ عبد الرحمن پیدا ہوئے جو جونپور میں تحصیل علوم ظاہری سے فارغ ہو کر علوم باطنی یا بقول خود اللہ کی تلاش میں نکلے، اور بالآخر حضرت میر سید محمد الترمذی ثم الکالپوی[1] قدس سرہٗ سے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت کی اور عرصہ دراز تک مرشد کے ساتھ مجاہدات و ریاضات شاقہ میں مشغول رہے، سلاسل خمسہ میں مجاز و ماذون ہوئے اور درجۂ خلافت پر فائز و ممتاز ہوئے مرشد کے اشارہ سے الٰہ آباد تشریف لائے اور مسند درس و ارشاد و خدمت خلق پر متمکن و مامور ہوئے، حق تعالیٰ نے مقبولیت عظیم عطا فرمائی آپ کی ذات گرامی صفات جاذب انظار و قلوب خواص و عوام تھی، اور قطب الاقطاب حضرت شیخ محمد افضل الٰہ آبادی کے نام نامی سے مشہور و معروف ہوئے، عہدِ عالمگیر میں جب سلطان کے حکم سے الٰہ آباد کی جدید (موجودہ) آبادی ہوئی تو آپ کے لئے بھی بادشاہ کی طرف سے زمین وسیع عنایت ہوئی جس پر آپ نے مسجد و خانقاہ تعمیر کرائی اور ایک مکان اپنے لئے بنوایا آپ نے اپنے حقیقی بھتیجے حضرت شیخ محمد یحییٰ المعروف بہ شاہ خوب اللہ کو سید پور سے بلوایا اور ان کی تعلیم ظاہری و باطنی و تربیت میں ہمہ تن متوجہ ہوئے حضرت شاہ خوب اللہ علیہ الرحمۃ جامع علوم ظاہری و باطنی ہوئے، شیخ نے درجۂ خلافت عطا فرمایا اور اپنی صاحبزادی سے شادی کر دی، شیخ کے بعد آپ ان کے جانشین ہوئے اور مسندِ درس و ارشاد پر متمکن ہوئے، حق تعالیٰ نے مقبولیت عظیم عطا فرمائی اور آپ کے فیوض و برکات سے بڑے بڑے صاحب کمال و فضل پیدا ہوئے،

آپ کے تین صاحبزادے (۱) علامہ محمد طاہر (۲) علامہ محمد فاخر المتخلص بزائر محدث (۳) قطب وقت حضرت مولانا محمد ناصر المتخلص بافضلی الٰہ آبادی تھے ان اساطین علم و رشد کے حالاتِ زندگی، شاعری اور علمی کارنامے انشاء اللہ دوسری فرصتوں میں پیش کرونگا، سردست بسلسلہ حالات حضرت شاہ اجمل قدس سرہٗ سرسری اشارات پر اکتفا کرتا ہوں، و باللہ التوفیق!

[1] کالپی کان پور کے بعد آباد ہے،

علامہ محمد طاہر نے پدر بزرگوار ہی کی زندگی میں انتقال فرمایا، علامہ محمد فاخر محدث نے ہندوستان کے علما و مشایخ کی عام روش کے خلاف جداگانہ محدثانہ مشرب اختیار فرمایا، اکثر و بیشتر سفر میں رہتے، دو دفعہ حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے تیسری دفعہ زیارت کعبہ کے شوق میں براہ دکن جا رہے تھے کہ برہان پور میں انتقال فرمایا، پدر بزرگوار کے وصال کے بعد قطب وقت حضرت مولانا شیخ محمد ناصر علیہ الرحمۃ مسند آبائے کرام پر متمکن ہوئے اور طریقہ شیخین علیہما الرحمۃ کو بوجہ اتم زندہ اور قائم رکھا اور خلق اللہ کو اپنے فیوض و برکات سے نفع کثیر بخشا آپ کے دو صاحبزادے تھے بڑے شاہ غلام خوب اللہ عرف بادشاہ میان المتخلص بنجفی صاحب دیوان تھے علوم درسیہ متداولہ سے فارغ ہو چکے تھے کہ تیرہ سال تین ماہ کی عمر میں انتقال فرمایا دوسرے صاحبزادے حضرت شاہ اجمل تھے،

ولادت، بچپن اور تحصیل علوم

آپ کی ولادت شب پنجشنبہ بعد نصف شب یازدہم شوال ۱۱۶۰ھ میں ہوئی آپ نے خود اپنی تاریخ ولادت لکھی ہے فرماتے ہیں: "خورشیدم" والد بزرگوار نے آپکا نام محمد اجمل رکھا، آپ کی کنیت ابو الفضل تھی اور ناصر الدین لقب تھا، پورا نام ابو الفضل ناصر الدین محمد اجمل ہے، آخر کتاب "تنبیہ الاعزۃ بما کان لی عند الشیخ من العزۃ" میں آپ کے والد حضرت افضلی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:-

"این دو فرزند نور دیدۂ من
راحتِ جانِ غم رسیدۂ من

دو جگر گوشۂ من مسکین
حاصل العمر این کئیب و حزین

اولین آن غلام خوب اللہ
کہ بود ملک ہستیم را شاہ،

مدتے در ہوائے او بودم
تا خداوند داد مقصودم

باز بر من کرم خدا افزود
پسرے دیگرم عطا فرمود،

کردم او را "محمد اجمل" نام
دارم از وے امید ہائے تمام

صاحبِ رشد و نام خواہد شد   مرجعِ خاص و عام خواہد شد

موردِ فضلِ ایزدِ متعال   شود آن نامدار با اقبال

خاندانم ازو شود روشن   باشد او شمعِ خاندانِ من

نامِ من تا بحشر زو قایم   باشد از فضلِ پاکِ حق دایم

بکمالات جد و فرجد پاک   متاثر شود و فرحت ناک،

فیضیاب از فیوضِ یم شبی   بہ طفیلِ محمدِ عربی،

کہ برو باد صد درود و سلام   از جنابِ تو تا بروزِ قیام

ہم بر اولاد وہم بر اصحابش   سالکانِ طریق و آدابش

فیضِ ایشان بما مبارک باد   بہ محمد و آلہ الامجاد

آپ کے والد روشن ضمیر کی پیشنگوئی جو اوپر کے اشعار سے صاف ظاہر ہے حرف بحرف پوری ہوئی، مگر افسوس حضرت فیضی علیہ الرحمۃ اپنے گلشن امید کو بار آور ہوتے اور اپنی پیشگوئی پوری ہوتے خود نہ دیکھ سکے مولود نوزائیدہ کی عمر ابھی دو سال آٹھ مہینہ کی تھی کہ والد بزرگوار نے صغر سنی میں مرید کیا اور وقت مغرب بروز چہار شنبہ ۱۴ جمادی الاولی سنہ ۱۱۶۳ھ کو واصل بحق ہو کر داغ یتیمی بھی دیا، مادر مشفقہ نے یتیم بچہ کی پرورش اور تربیت کی تعلیم ابتدائی کے لئے مکتب مین بٹھایا، آپ کی ذات اسم باسمی تھی، فطرۃً نہایت حسین اور ذہین تھے، ان کی تعلیم اور تربیت کی وجہ سے اپنے ہمجولیون مین فایق اور ممتاز رہتے، مکتب ہی مین آپ کے جوہر نمایان ہونے لگے،

بالاے سرش ز ہوشمندی   می تافت ستارۂ بلندی،

غالباً مکتب ہی مین آپ نے ابتدائی تعلیم کے ساتھ ساتھ قرآن بھی حفظ فرمایا، اس لئے کہ ایک قصیدہ مین خود فخریہ فرماتے ہین :-

اگرچہ بلبلِ شیراز خوش نوائی داشت   مرا چو طوطیِ ہندی بود خوش الحانی

لسانِ غیب بحافظ اگرچہ بخشیدند   عنایت است بمن ہم ز حفظِ قرآنی

افسوس ہے کہ مکتب کی زندگی اور ان کی تعلیم اور تربیت کے خاص واقعات معلوم نہین ہو سکے، حضرت فقیر کو ایک واقعہ ملا جس کو آپ نے خود نظم فرمایا ہے، آپ کی عمر نو سال کی ہے عید کا دن ہے، مکتب کے لڑکے نفیس لباس پہنے ہوئے ہین، آپ کو بھی شوق و امنگیر ہوتا ہے، لوگ عمدہ لباس لاتے ہین، مگر والدہ جن کے پیش نظر آپ کی آیندہ زندگی ہے منع فرماتی ہین اور خرقہ آبائے کرام زیب تن کرنیکے لئے حکم دیتی ہین، چنانچہ آپ امتثال امر مین خرقہ خاندانی پہن کر مریدین کی جماعت کثیر کے ساتھ عیدگاہ تشریف لیجاتے ہین، اسلامی سلطنت کا دور تھا، غالباً ہر محلہ مین عید کی نماز پڑھنے کا رواج اس وقت تک نہین ہوا تھا جیسا کہ آج کل ہندوستان مین عموماً اور الٰہ آباد مین خصوصاً پایا جاتا ہے، اس واقعہ کو خود آپ ہی کی زبانی سنئے، کیسی کھینچی ہے، فرماتے ہین :-

"چنین یاد دارم بعہدِ صغر   نبودہ سنینم ز نہ بیشتر،

کہ ایامِ نوروز عید آشکار   شد و ہم جہان شد پر از بو بہار

ببازار و کوچہ طرب شد پدید   کہ فردا است نوروز از روزِ عید

بمکتب کہ اطفالِ اہلِ زمان   بہمراہی من کہ بودند شان

پئی عید خلعت بخوبی تمام   نمودند در بر ہمہ خاص و عام

مرا نیز در دل ہوس جوش زد   کہ خلعت بمن فاخرہ می سزد

ز مکتب بجلدی روانہ شدم   کہ پوشیم خلعت بخانہ شدم

پرستارہا گردِ من آمدند،   ہمہ گردِ من حلقہ بر زدند،

ز اقسام و انواع خلعت بدست   بیاوردی و گردِ من می نشست

کہ مارا بدان حلہ آراستہ   نمایند چون سروِ نوخاستہ

چو آن مادرِ من کہ جنت نصیب   شود از طفیلِ رسولِ حبیب

چو جمع پرستارہا گردِ من، نظر کرد، با غصہ شد نعرہ زن

نسازید فرزندِ مارا خراب بیارید در پیشِ من ہان شتاب

چو آورد یک کس مرا پیش نام گرفتہ بہ بر باخوشیہائے تام

بگفتا کہ دیبا و خز و حریر بہ این جملہ باشد مہیا بگیر،

بہ بخش و بہر کس کہ خواہی بدہ بخاطر ملالے ازین غم منہ

ولے گر بطرزِ بزرگان روی چو خواہی کہ مانند آنہان شوی

بکن بر خس پوشی خود قرار خس پوشی آید درآخر بکار

مرقع بزربفت پیچیدہٗ برآورد آن مام سنجیدہٗ

مرا داد و گفتا کہ این خرقہ گیر بہ از خز و دیبا و اطلس حریر،

کہ ز آبا و اجداد و پیرانِ ما زخز خوب دانستہ دید این عبا

حریر است فخرِ شہان و وزیر بود جامۂ کہنہ فخرِ فقیر،

شنیدم ز مادر چون این حرف را نماندہ بدینسان تمنا مرا،

درآندم ہمہ حلّہائے نفیس نمودیم بخشش، بجمع جلیس

نکردم نظر سوے دینا مگر، ہمہ دلقِ کہنہ گرفتم ببر

روانہ شدم من سوے عیدگاہ برائے نماز جناب الٰہ

بہمراہیِ من مریدان ہزار ہمی بوسہ دادے برآن بار بار

مثالِ بزرگان مرا درمیان بہ بردند تا عیدگہ شادمان

نشاندند بر صدرِ مجلس مرا، بہ پیشم ستادند یک یک جدا

ہرآنکس کہ بودند زربفت پوش نشستند در صفِ پائین خموش

دران وقت دریافت کردند خلق کہ باشد چنین فرق زربفت و دلق"

آپ کی عمر جب دس سال کی ہوئی تو مادرِ مشفقہ کا سایہ بھی سر سے اٹھ گیا، بہن اور بھائی بھی راہی ملکِ بقا ہوئے، ان صدماتِ پیہم کا آپ کو بہت غم ہوا، ان حادثات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

"از حالتِ زارِ من مپرسید، از من جز غم سخن مپرسید

من آنکہ بغیر غم ندیدم من آنکہ بجز الم ندیدم

گوئیم چہ از خراب حالی گشتیم یتیم خورد سالی،

یعنی کہ جناب والدِ من آن غوثِ زمان و خلد مسکن

ناگہ ز قضائی چون کہ او مرد ظلِ شفقت ز فرقِ من برد

مادر در برکشید و نالید آخر او ہم بمرگ خوابید

ہم خواہر و ہم برادرِ من رفتند چون یک یک از سرِ من

من در غم و پیچ تاب ماندم آزردہ دل و خراب ماندم،

در کشمکشِ زمانۂ دون ماندم زار و نحیف و محزون

نومید کہ نیست دوستدارے در یاس کہ نیست غمگسارے

برحالتِ من کہ رحم آرد دستِ شفقت بسر گذارد

بودیم درین خیال بیدل افتادہ بصد ہزار مشکل"

آپ کے برادر عمزاد حضرت مولانا غلام قطب الدین المتخلص بمصیب الہ آبادی (ابن علامہ شیخ محمد فاخر محدث المتخلص بزائر) نے آپ پر شفقت بزرگانہ مبذول فرمائی، اور آپ کے تعلیم و ارشاد کی طرف ہمہ تن متوجہ ہوئے، مادۂ قابلہ میں استاذ کے فیوض و برکات سے اور چار چاند لگے، آپ گیارہ سال کی عمر سے محافل اور مجالس میں شرکت فرمانے لگے، چنانچہ خود آپ ہی کی زبانی اس کی کیفیات سنئے:۔

"مرا چون زده برگذشت از سنین　　شدم در محافل مجالس نشین

بہم چون فقیہان شہر و دیار　　بیک جا شدندے صغار و کبار

مرا نیز بر نامِ آبائے من،　　طلب می نمودند در آن انجمن

چو من میرفتم آن جا بصد عز و شان　　ہمی یافتم صدر مجلس مکان

ہمہ کس بہ تعظیم برخاستے　　تو گوئی کہ محفل نو آراستے

چو بیگانگان از فقیہانِ پیر،　　نظر می نمودند چون بر فقیر

کہ در عمرِ دہ سالہ سنجیدۂ　　بعقل و بخوبی پسندیدۂ،

کسی طفلِ ذی ہوش مثلش ندید　　سراپا تمیز و سراپا رشید

سوالے بمن گر کس از امتحان　　نمودے جوابش در آندم بیان

بیاوردے با فصاحت بلب　　ہمی دادے با ہزاران ادب

بہ تحسین زبان ہر صغیر و کبیر　　کشادے دران مجمعِ دل پذیر

چو ناگہ سخن گفتمی ہر بلند　　ہمہ نغز و پر مغز خوش دل پسند

زبان را فقیہان بہ تعریفِ من　　چون بر می کشادند در آن انجمن،

ہمہ مرشد و ہادی استاذ من　　مصیبت آن کہ بود صاحبِ ارشادِ من

بہر جمع سر حلقۂ افقہان　　ہمہ حشر بودند او بود جان

چو حرفے بلندے ز من می شنید　　پر از عقل و فطرت سخن می شنید

لب خود بہ تحسین نمی کرد وا،　　ستایش نمی کرد ہرگز مرا،

دلِ من شکستہ شدے زین طریق　　شدے در تحیر دلِ من غریق

ز جولانی طبع خود بارہا،　　بہ گفتم بیاران کہ استاد ما،

ز ما حرف ہائم پسندش نبود　　لب خود بہ تحسین نہ زان بر کشود

شنیدم کہ با مرشدم گفت کس　　کہ دارد فلانے بدل این ہوس

کہ از وے اگر حرفِ خوش بشنوی　　بہ تحسینِ او لب تو جنبان شوی

چنین گفت استادِ دیرینہ سال　　زبان را نیارم بقیل و مقال،

ازان رو کہ گر من ستایش کنم　　بفرزندِ خود چون نیایش کنم،

ستودن بفرزند خود خوب نیست　　پسندیدۂ عقل و اسلوب نیست،

کہ فرزند سنجد کہ اطوارِ من　　ہمہ خوب شد، خوب شد کارِ من

بکسب کمالات ازان رو قصور　　نماید شود در کمالش فتور"

آپ ۲۶ سال کی عمر تک شب و روز برادر موصوف کی خدمت مین حاضر رہتے اور کسبِ کمالات و تحصیلِ علوم مین مصروف رہتے، علوم فارسیہ و عربیہ منطق، فلسفہ معانی و بیان تفسیر حدیث و فقہ غرض کہ جملہ علوم متداولہ آپنے بوجہ اتم حاصل فرمایا، برادر مذکور کے علاوہ دیگر اساتذہ سے بھی آپنے استفادہ فرمایا تھا جن کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہین:۔

(۱) علامۂ عصر مولانا محمد فصیح جونپوری، (۲) مولانا محمد اسلم الہ آبادی جو آپ کے جد امجد قطب الاقطاب حضرت شیخ یحییٰ المعروف بہ شاہ خوب اللہ علیہ الرحمۃ کے مرید خاص اور ان کے مکتوبات جلد ثالث کے جامع تھے، (۳) مولانا شیخ محمد یٰسین خلیفۂ راستین حضرت شاہ خوب اللہ علیہ الرحمۃ (۴) مولانا محمد فصیح تلمیذ علامہ فاخر محدث المتخلص بزائر، (۵) قاضی القضاۃ قاضی محمد سعد خان (۶) نواب سعید اللہ خان المتخلص بعاشق غازیپوری جو آپ کے والد کے شاگرد رشید تھے،

مسندِ ارشاد خدمتِ خلق مقبولیتِ عظیم

آپکے والد بزرگوار آپ کو صغر سنی مین اپنی وفات سے کچھ دن قبل مرید کر چکے تھے اور خاص قلبی توجہ

دیچکے تھے مگر تلقین و تعلیم باطنی آپ نے اپنے استاذ و برادر عم زاد مذکور سے حاصل فرمائی جن کے ساتھ آپ ایک عرصہ تک ریاضات و مجاہدات شاقہ مین مشغول رہے اور بالآخر سلاسل خمسہ مین مجاز و ماذون ہوئے کسب کمالات ظاہری و باطنی کے بعد آپ مسندِ ارشاد آبائی پر باصدر عنائی جلوہ افروز ہوئے یادالٰہی مین آپ کا قلب ہر وقت ذاکر و شاغل رہتا تھا اور آپ پر ایک کیفیت محویت طاری رہتی تھی، حق تعالیٰ نے مقبولیت عظیم عطا فرمائی، علم و رشد مین آپ کی شان بہت بلند تھی، آپ کی ذات جاذبِ انظار و قلوب تھی، آپ مرجع خواص و عوام تھے اور اپنے وقت کے درجۂ قطبیت پر فائز ہوئے، آپ نہایت کریم النفس سخی، دریادل اور فیاض تھے خدمتِ خلق؛ ہدایت خلق اللہ محتاجون بیکسون کی حاجت روائی و امداد شب و روز آپ کا شغل تھا، آپ کے آستانہ پر صبح سے شام تک اہل حاجت کا ایک انبوہ کثیر جمع رہتا تھا، آپ کی طرف سے مسافرخانہ اور مدرسہ جاری تھا جمین ہزارہا آدمیون کو کھانا، مدرسین کی تنخواہین، سیکڑون طلبہ کو نان و پارچہ آپ کی سرکار سے ملتا تھا، لنگرخانہ عام جاری رہتا، مشہور تھا کہ آپ کا تنور ہر وقت گرم رہتا تھا، عورتین جب آپس مین لڑتی تھین تو مشہور تھا کہ ایک دوسرے کو کوستی تھین کہ "تیرے گھر شاہ اجمل آئین" جس کے یہ معنی ہوتے تھے کہ ایسی مصیبت آئے کہ شاہ اجمل اس مین امداد کرین مثلاً کوئی مرے اور تجہیز تکفین کا انتظام نہ ہو شاہ اجمل کرین یا فاقہ ہو ان کے یہان سے کھانا آوے وغیرہ وغیرہ،

دائرہ آپ کے عہد مین انتہائی کمال کو پہونچا، آپ کی شہرت دور دور پھیلی اور خصوصاً عرب و عجم مین علماء؛ فضلا مشایخ سیاح زائرین جو الہ آباد آتے دائرہ مین آپ کے مہمان ہوتے آپ سب کی خدمت کرتے اور علم و عمل کی صحبتین گرم رہتین، شاہ جہان عالمگیر فرخ سیر کی عطا کردہ جو آبائی معافی تھی اس مین بھی آپ کے عہد مین اضافہ ہوا، شاہ عالم بادشاہ جنکو آپ سے عقیدت خاص تھی آپ کی مدد معاش کے لئے فرامین صادر کئے اور مزید معافیان عطا فرمائین، آپکے وقت مین ۴۲ گاؤن کی معافی تھی،

آپ کا عہد ہندوستان مین سیاست کا ایک نہایت ہی پر شور زمانہ تھا، اسلامی سلطنت مین عام انتشار و زوال کے آثار نمایان تھے اور ایک طوائف الملوکی ہر طرف پھیلی ہوئی تھی اودھ اور اس کے ملحقات مین شاہانِ اودھ کے جور و ظلم کی فرمان روائی تھی، مذہب کی تبدیلی کا بازار گرم تھا ان حالات کی طرف آپ نے ایک نظم مین اشارہ فرمایا ہے:-

"وقتے رسیدہ ہست کہ ابنائے روزگار — دارند از طریقۂ آبائے خویش عار

کردہ ہمہ طریقۂ اسلاف خویش گم، — ہر یک نمودہ است دگر مذہب اختیار

یاران گذاشتند ہمہ راہِ ماسبق — بیچارہ وندراہ و ندارند ننگ و عار

دین را دہند از پے دنیا ہمہ بباد — ہرگز بیک طریقہ نباشند استوار

از اہلِ جاہ ہر کہ بیک مذہبے رسید — کردند خویش را بہمان مذہب آشکار

این ناکسان حمیت و غیرت ز خود تمام — یکبارہ دادہ از پے دنیا امید وار

افتادہ اند در پے دونانِ دون مزاج — ہیہات کردہ اند ہمہ ننگ دوی شعار

گوید کسے کہ سیدِ عالی نسب منم — گوید کسے کہ مومنم از اہلِ روزگار

کس گوید اینکہ شیعہ بیشک و ریب ما — ہستیم و میکنیم تبرا ہزار بار

زین نوع ہر کدام فروشند دینِ خویش — در پیش ہر کدام بہر شہر و ہر دیار

بیچارگان ذلیل شدند و نیافتند — دین ہم فروختند دگر ہیچ اعتبار

بیہودہ دین فروشی خود میکنند وا — حاصل نمی شود بخنی غیر ننگ و عار

اے دوستان ز صحبت مردمان حذر — خواہیم تا شویم ازین خلق در کنار

اینجا چو مردمان ہمہ گشتند شیعیان — اظہار می کنند تشیع چون بے شمار

چون زین جماعۃ ہست ہمہ طور من خلاف — گویم ازان ز صدق ولے مدح چار یار

چارند چون بہ پیش خدا حاملان عرش — دین رسول گشتہ ازین چار استوار

بوبکرؓ یار غار رسولؐ کریم بود، فاروقؓ بود یکہ بمیدان کارزار

عثمانؓ کہ بود کان حیا منبع سخا چارم امام ہر دو جہان شاہ ذوالفقار

شیر خدا و نفس نبی حجت جلی حاجت روائے ہر دو سرا میر ہر دیار"

نواب شجاع الدولہ شاہ اودھ نے آپ کی معافیان بھی ضبط کرلین ضبطی کے خاص وجوہ معلوم نہین ہین اور نہ ایسی کوئی تحریر میری نظر سے گذری جس سے اس کی تفصیلات پر کوئی مفید روشنی پڑتی، غالبًا شجاع الدولہ کا عام جذبۂ غصب مال اور دینی عصبیت اس کی محرک ہوئی، اس ضبطی سے آپ بیحد متردد اور پریشان تھے، اکثر نظمون مین اپنی پریشانی کا اظہار فرمایا ہے، لکھنؤ کا سفر بھی اسی سلسلہ مین آپ کو کرنا پڑا، تائید الٰہی کی طلب مین فرماتے ہین:۔

"ناکام و نامرادم فریادرس الٰہی ہے ہے کجا فتادم فریادرس الٰہی

از شہر خویش دورم در زندگی بگورم حاصل نما امورم فریادرس الٰہی

جز تو کسے ندارم دیری مکن بکارم کن لطف امیدوارم فریادرس الٰہی

نشنیدنی شنیدم نادیدنی بدیدم در رنج و غم تپیدم فریادرس الٰہی"

ایک رباعی مین یون ارشاد ہوتا ہے:۔

"من در غم و پیچ و تاب اللہ، خلقے شدہ کامیاب اللہ،

اجمل باشد گرفتہ خاطر ناکام تاچند درین عذاب اللہ اللہ"

شجاع الدولہ سے یون خطاب فرماتے ہین:۔

"اے ضبط نمودہ تو دہات مرا ہم ضبط شود دولت از قہر خدا

زین شیوۂ ناصواب باز آ باز آ ورنہ تو سزائے خویش یابی بخدا"

لیکن ضبطی کی وجہ سے آپ کی ابتلا و آزمایش کا زمانہ زیادہ عرصہ تک نہین رہا، نواب شجاع الدولہ نے

چند ماہ کے بعد ہی انتقال کیا اور اس کے جانشین نواب آصف الدولہ نے معافیان واگذاشت[1] کردین جو آپ کی وفات تک برابر جاری رہین انگریزون نے آپ کے صاحبزادہ حضرت شاہ ابوالمعالی[2] المتخلص بعالی کے عہد مین پھر ضبط کرلین اور ۵۰۰ روپیہ ماہوار کا وظیفہ مقرر کیا جو آپ کے پوتے حضرت شاہ غلام اعظم[3] المتخلص بافضل اللہ آبادی کے وقت تک جاری رہا، ان کی وفات کے بعد ان کی زوجۂ محترمہ کے نام سو روپیہ ماہوار کا وظیفہ ہوا اور ان کے انتقال کے بعد بند کردیا گیا،

آپ کی طبیعت بیحد نفاست پسند واقع ہوئی تھی تعمیرات کا بیحد شوق تھا اور اس مین آپ کے ذوق سلیم اور سلیقۂ خاص کی داد نواب آصف الدولہ جیسے امیر نے بھی دی جیسا کہ آیندہ ناظرین ملاحظہ فرمائین گے. دائرہ کا رفیع الشان پھاٹک آپ نے تعمیر کرایا جس مین یہ رعایت رکھی کہ اونٹ اور ہاتھی مع سوار داخل ہو سکے مجلسرا تعمیر کرائی، روضۂ قطب الاقطاب حضرت شیخ محمد افضل علیہ الرحمہ بنوایا جو ناتمام رہا، اور خانقاہ حضرت شاہ محمد اجمل تعمیر کرائی جو ۱۲۲۹ھ کی تعمیر ہے غرضکہ دائرہ مین اس وقت جتنی قدیم عمارتین ہین کل آپ ہی کی تعمیر کردہ ہین، سوائے مسجد حضرت شیخ علیہ الرحمہ کے جو عہد عالمگیر مین ۱۰۷۰ھ مین تعمیر ہوئی تھی، خانقاہ مین سنگ مرمر کا ایک کتبہ ہے جسمین سنگ موسی کے حروف کی پچی کاری کیا ہوا ایک قطعہ تاریخ ہے جو ہندوستان کے آخری

---

[1] نواب آصف الدولہ کے سامنے اور لوگون نے بھی درخواستین دی تھین کہ معافی مین ان کو بھی حقوق دیئے جائین مگر نواب آصف الدولہ نے پروانہ مین دیگر مدعیان کی نفی کے لئے "فقط بنام شاہ محمد اجمل" تحریر کیا تھا انگریزون کو اچھا بہانہ ہاتھ آیا اس کے معنی آپ کی وفات کے بعد یہ بتائے کہ صرف ان کی ذات تک کیلئے معافی تھی اور ضبط کرلیا حضرت شاہ ابوالمعالی صاحب نے اس کے خلاف محضر روانہ کیا جس کی نقل فقیر کے پاس ہے، معافی، لنگرخانہ، مدرسہ مسافرخانہ کے حالات اسی سے اخذ کئے گئے ہین،

[2] علم و فضل مین مشہور تھے صاحب تصنیفات ہین، شاعر شیرین مقال، دیوان فارسی فقیر کے پاس ہے، ریختہ مین تیر کے شاگرد تھے، دیوان ریختہ بھی تھا مگر ابھی فقیر کو دستیاب نہین ہوا،

[3] علوم و کمالات آبائی کے حامل تھے، شعر و شاعری مین درجۂ بلند رکھتے تھے، ناسخ کے شاگرد تھے، آپ کے چار دیوان ریختہ مین ہین، جن مین سے بعض سبحان اللہ لائبریری کے سلسلہ مین علی گڈھ یونیورسٹی کے کتبخانہ کی زینت ہین، دیگر تصنیفات بھی ہین جنمین فقہ اعظم شائع ہو چکی ہے، مسائل فقہیہ حنفیہ کو نظم فرمایا ہے،

شہنشاہ ابوالمظفر سراج الدین محمد بہادر شاہ غازی کا لکھا ہوا ہے:-

قطعۂ تاریخ

حضرتِ اجمل ابن ناصر دین ناصر آن ابن شاہ خوب اللہ

گفت سال بنا را و ہاتف "خانقاہ محمد اجمل شاہ" ۱۲۲۹ھ (باقی)

ضروری اطلاع

اب معارف ہر مہینہ کی بیچ کی تاریخ (۱۰ سے ۱۵) تک شائع ہو جاتا ہے اور ۲۰ تک یقیناً ہر خریدار کو مل جائیگا، اس لئے آیندہ پرچہ نہ ملنے کی اطلاع ۲۰ سے آخر ماہ تک دفتر کو دیجائے، اس کے بعد اطلاع دینے والوں کو دوبارہ بلاقیمت نہیں بھیجا جائیگا،

"مینیجر"

صہبائے دانش

آٹھوان باب

ازجناب مولوی ابوالقاسم صاحب سرور، دارالترجمہ عثمانیہ

گذشتہ سے پیوستہ

(متعلقات فلسفہ)

ریچو پارٹ یا راپوپورٹ (اردو مین جو تلفظ بھی صحیح ہو) اُس نے فلسفہ کا تعلق ذیل کے عنوانون سے قائم کیا ہے:

مابعد الطبیعیات، فلسفہ فطرت، نفسیات، منطق، جمالیات، اخلاقیات، فلسفہ قانون، اجتماعیات، فلسفہ تاریخ،

جسکی وجہ یہ ظاہر کی ہے کہ بحیثیت مجموعی فلسفہ کا موضوع بحث تمام کائنات ہے، مسائل حکمۃ جسقدر جتنے اور جس قسم کے بھی ہون، یہ سب کے سب فلسفہ ہی سے وابستہ ہین، فلسفہ ہی انھین اپنا نصب العین بناتا، اور ہر پہلو سے ان پر نظر ڈالتا اور بحث کرتا ہے، اس لحاظ سے پہلے ان مسائل کی تین قسمین کی جاسکتی ہین،

مابعد الطبیعیات | پہلی قسم مسئلۂ وحدت یعنے وہ اساسی آئین و اصول جن سے کائنات ہستی کی شگفتگی و رعنائی کی سرمایہ دار بنتی ہے، یہ حصہ مابعد الطبیعیات کہلاتا ہے، اس علم مین مظاہر کائنات کی کُنہ رسی اور علت العلل کی رازجوئی کی کوشش کی جاتی ہے، یہ علم مادی دنیا کے اصول و آئین کے تحت حواس بشری کی محض اطلاعون پر بھروسہ نہین کرتا، بلکہ وہ تمام معلومات، وہ کل اطلاعین، وہ جملہ شہادتین جو حواس مہیا کرتے ہین، ان کی بذات خود تنقیح و تحقیق کرتا ہے، واقعات کی یادداشتون کی ترتیب عام نظرون مین کیسی ہی موثق کیون نہ ہو

لیکن یہ وثوقِ عام کو قابلِ اعتبار نہین سمجھتا اور ایسی نامعلوم شے کے تجسس مین مصروف ہوجاتا ہے، جو بغیر تحقیق اور علمون کی بنیاد ہے، اشیاے عالم کا محض جاننا اس کے لئے وجہ تسلی نہین، کیونکہ حقیقت مین وہ جیسی ہین اس طرح نظر نہین آتین، اس بنا پر پسِ پردہ حقیقتِ مستور کی تلاش مین رہتا ہے، یہ علم نظامِ کائنات کے پوشیدہ رازون کو معلوم کرنے کی کوشش کرتا ہے، اور ہستی بحت کو برافگندہ نقاب کرنے کی سعی پیہم مین مصروف رہتا ہے عام اس سے کہ اس کی کد وکاوش مین اسے کامیابی ہو یا نہ ہو، اس کا مطمحِ نظر اور نصب العین یہی ہے کہ کسی طرح یہ کائنات کے پورے کارخانے پر چھا جائے اور جو اسرار سربستہ ہون اُن پر قابو حاصل کرے، مابعد الطبیعیات کی اصطلاح کا وجود مین آنا بھی ایک حسنِ اتفاق کا نتیجہ ہے، اس سے پیشتر یہ اصطلاح اس مفہوم مین مستعمل نہ تھی، ہوا یہ کہ متبعینِ ارسطو جب ارسطاطالیس کے سرمایۂ تحقیق کو ترتیب دینے بیٹھے تو ارسطو کی تحقیقات کو الگ الگ حصون مین رکھا، مثلاً جو تحقیقات ماہیتِ اشیا سے تعلق رکھتے تھے انھین فلسفۂ اول مین رکھا، اور جس حصہ کو ارسطو طبیعیات سے تعبیر کرتا تھا، اس کے بعد فلسفۂ اولی کے لئے جگہ نکالی، اس بنا پر یہ علم مابعد الطبیعیات کے نام سے موسوم ہوگیا، والٹیر مابعد الطبیعیات کو ذہنِ انسانی کی دلچسپ داستان بتاتا ہے جس سے انسان کو مسرت نما خواب دکھائی دیتے ہین، بیکل اس علم کو نخلِ بے ثمر کہتا ہے، یعنی اس مین اکتشاف کے شگوفے نہین آتے، لڈوگ بوشنر نفسیات، منطق، جمالیات، اخلاقیات، فلسفۂ قانون وغیرہ ان سب کو مفید اور کارآمد بتا کر ان کے مطالعہ کی ہدایت کرتا ہے، لیکن طبیعیات کو حواسِ انسانی اور فہمِ بشری سے بلند تر و مافوق کہلا کر اسکو بطورِ اعتنا کے قابل نہین سمجھتا،

فلسفۂ فطرت دوسری قسم، مسئلہ کثرت یعنی عالم کے بوقلمون مظاہر کی تحقیق، جانچ پڑتال، طبعی مظاہر کی سُراغ رسی، ان مظاہر کے عقب مین کارفرما لازوال طاقت کی تفتیش، عالمِ طبعی کے مسلمات کی تحقیق وتنقید اسکو فلسفۂ فطرت کے نام سے ادا کیا جاتا ہے، اشیائے مرئیہ کے ٹھٹ کے ٹھٹ جو سب کے سب تغیرات کی نقاب مین ڈالے نظر آتے ہین اُسے عالمِ خارجی کہا جاتا ہے، اور جہان اشیا کے ان جھمگٹون کی رازجوئی ان کے ادراک ان پر غور و تامل

کی طاقت کام کرتی ہے، وہ عالمِ باطن یا نفس ہے، انسان کی دقیقہ رسی کی یہی دونون خاص تفرج گاہین یا اس کے ایوانِ تحقیق کے دو صحن ہین، ابتداءً خالص تصورات کی جانب توجہ کا میلان نہین ہوتا، بلکہ خارجی چیزون کی اطلاع جو حواسون کی وساطت سے پہنچتی ہے، بشری توجہ کا مرکز بنی رہتی ہے اس سے آگے بڑھکر جب انسان مین خود اپنی ذات پر فکر و غور کرنے کی صلاحیت پیدا ہوجاتی ہے، تو مجرد تصورات کا سرمایہ اُسوقت استعمال کے قابل ہوتا ہے بچپن، جوانی، بڑھاپا، یہ تغیر کی گھٹ بڑھ افرادِ انسانی ہی کے لئے نہین، ہر شے مین اس کے اقتضا کے لحاظ سے تدریجاً یہی خاموش تغیر کام کرتا چلا آتا ہے، منفرد طور پر ہر ہر فرد جس طرح ان تغیراتِ ثلثہ کی زد سے محفوظ نہین یہی حال اقوام و ملل کا بھی ہے کہ پہلے ان کے افکار وخیالات بیرونی مظاہر کی سلسلہ جنبانی مین نہایت پست نہایت ناہموار نہایت سطحی ہوا کرتے ہین، اس کے بعد تدریجاً فی الجملہ ان مین بلندی، ہمواری اور عمق آتا جاتا ہی اور آگے بڑھنے پر ارتقا کا سلسلہ ان مین نمایان ترقی پیدا کر دیتا ہے، انسان ابتدا مین عملی فائدون کا زیادہ حریص، زیادہ شیفتہ اور دلدادہ رہا ہے، اور اسی حرص و شیفتگی نے پہلے پہل انھین کی جانب توجہ صرف کرنے کے لئے اُسے گُدگُدایا، ہر سال دریائے نیل کے مہیب سیلاب آآ کر زمینون کی حدود معینہ اور ان کے نشانات ہر مرتبہ مٹاتے رہنے سے تنگ آکر مصریون نے اس کے سدِ باب کی جانب توجہ کی، اور لگاتار محنت، غور و فکر سے علم ہندسہ کی آڑ اس مصیبت سے بچنے کیلئے تلاش کی، اسی طرح بنیوا کلدانی اپنے مویشیون کی رہبری کیلئے علم ہیئت کی طرف جھک پڑے، غرضکہ پہلے پہل فلسفیانہ تحقیق کا مطمحِ نظر اشیائے مرئیہ ومحسوسہ سے آگے نہ تھا، اس وقت اس قسم کے استفسارات اہم مسائل شمار کئے جاتے تھے، مثلاً مظاہر کا یہ جمِ غفیر یا انبوہ یہ سلسلہ بے پایان جس کا احساس انسان کو ہوتا ہے، اس کی حقیقت کیا ہے، پھر ان پر تغیرات کی دھوپ چھاؤن جو آتی جاتی رہتی ہے اس کی کیا وجہ ہے، مظاہرِ طبعیہ کا سرمایہ جو تغیرات کے رنگون سے رنگین ہے، آئے دن کے اُن تغیرات پر بھی وہ کونسی چیز ہے کہ اُن مین علیٰ حالہ قائم و باقی رہتی ہے، اور دستِ تغیر سے اُسے ادنیٰ ٹھیس نہین لگتی،

طالیس، انگزی منڈر، انگزی منیس، وغیرہ یہ قدیم فلاسفۂ یونان اسی بنا پر فلاسفۂ فطرت

کے نام سے موسوم ہین کہ یہ عالم خارجی ہی کے پرستار تھے، ان کی تحقیق کا رخ، اسی رنگ و بُو کی نمایش کی طرف تھا، جسمین بے شمار مظاہر تغیرات کے رنگون مین رنگے ہوئے دکھائی دیتے ہین، مظاہر کے متعلق اُن کی تحقیق نے جداگانہ صورت اختیار کی، کسی نے کچھ کہا اور کسی نے کچھ، مثلاً بعض نے تغیراتِ مظاہر کی اصل پانی بتائی، اور بعض نے اُنکے خلاف ہوا کو اس کی علت ٹھہرایا، ایک زمانہ تک علم طبعی اور فلسفۂ فطرت باہم ایسے خلط ملط رہے کہ ان مین کوئی امتیاز و افتراق کی حد بندی نہ تھی، کانٹ اور شیلنگ کی توسگافیون نے اس باب خاص مین نہایت دقتِ نظر سے کام لیا اور دونون مین حدِ فاصل قائم کی،

نفسیات تیسری قسم کا آغاز ایسے مسئلہ سے ہے جو علٰحدہ علٰحدہ مخلوق کے ہر ہر فرد سے تعلق و وابستگی رکھتا ہے، لیکن اس وسیع سلسلہ مین سب کا عطرِ ماحصل اور خلاصہ ذات انسان ہی ہے، انسان تنہا ایک شے کا نام نہین اس مین جسم، روح یا نفس، سب ہی کچھ ہے، اس اعتبار سے کہ اگر تحقیق کا نصب العین صرف جسم بشر ہو تو اُسے علم عضویات کہا جائے گا، اور اگر محض حیاتِ ذہنی تک تحقیق محدود ہو تو اُسے نفسیات سے نامزد کرین گے، اور اگر تحقیق، دونون سمتون مین سے کسی سمت کی تعیین نہ کرے، اور ان دونون کو اپنا موضوعِ بحث قرار دے تو اُسے انسانیات کہین گے، اس لئے کہ انسانیات کی اصطلاح وجودِ انسانی اور اس کی تدریجی ترقی و ارتقا کی داستان گو ہے، اس مین وہ مذکورہ تینون یعنے علم عضویات اور نفسیات یہ دونون کی دونون شامل ہین، مگر چونکہ فلسفہ کا نفسیات سے ایک خاص تعلق ہے، اس بنا پر فلسفیانہ تحقیق کی نظر مین انسانیات کا وہ حصہ جسے نفسیات کہا جاتا ہے، نہایت اہمیت رکھتا ہے، نفسیات کی وجہ تسمیہ یہی ہے کہ اس مین نفس کی وہ پوشیدہ حالتین، وہ مخفی کیفیتین معرضِ تحقیق مین آتی ہین، جو احوال طبعی سے جداگانہ ہین، روح یا نفس ان سے جتنے استفسارات و سوالات پیدا ہون، یہ سب کی سب سلکِ نفسیات ہی کی لڑیان اور اسی کے عنصر قوی ہین، نفسیات کی غرض و غایت کیا ہے، وہ مجموعہ اعمال جن سے تعقلات، تصورات، قیاسات کی سلسلہ جنبانی بآسانی انسان کرسکتا ہے، ان اعمال کی سُراغ رسی عقل بشری اور اس کے حدود کی

تحقیق، شعور کی کُنہ شناسی وغیرہ شعور یا ادراک یہی دونون نفسیات کے موضوعِ بحث، مظاہر و واقعات کے ماخذ اور منبع ہین، نفسیات کا دائرہ محدود نہین، ذہنی زندگی سے لیکر (عام اس سے کہ حیات ذہنی عقلی ہو یا حسّی) شعور کے جملہ اطراف و جوانب اس مین داخل ہین، کیسلے ماہر نفسیات کو عالم عضویات کے مماثل قرار دیکر کہتا ہے کہ جسطرح علم التشریح کا نباض فعلیتِ اعضار کی نوعیت سے بحث کرتا ہے اسی طرح نفسیات کا متبحر قوائے نفسی کی تحقیق و تدقیق کے معائنہ مین مصروف رہتا ہے، والبتہ عالم خارجی علوم طبعی کا سرمایہ تحقیق حواس کی وساطت سے میدان عمل مین آتا ہے اور نفسیات مین حاسۂ باطن کے ذریعہ سے مشاہدہ اور تحقیق کی صحبت گرم ہوتی ہے، انسان کا سونچ بچار اور محسوس کرنا وہی صورتون پر مبنی ہے یا حواس کی وساطت سے اور یا معرفت باطن سے، کسی قسم کے قصد و فعل یا غور و فکر کی حالت مین جو مین ذہن مین پھیلا ہوتا ہے، انسان توجہ کا رُخ اُسطرف پھیر سکتا ہے، مظاہر نفسی کا علم تنہا ہر ہر فرد ہی کے لئے مخصوص نہین، بلکہ جس طرح ایک انسان اپنے مظاہر نفسی کا مشاہدہ کرتا ہے، اسی طرح وہ ایک حد تک دوسرے کے نفسی مظاہر کا بھی جہان تک ان کا خارج سے تعلق ہے علم حاصل کرسکتا ہے، دوسرون کی آواز، طرزِ تکلم لہجہ کے انداز وغیرہ پر غائر نظر ڈالنے سے معلوم ہوسکتا ہے کہ ان کے ذہنون کی فضا پر کس قسم کا رنگ غالب ہے، سلی مظاہر نفسی کی تحقیق و تفتیش کے لئے دو جداگانہ صورتین بیان کرتا ہے، ایک معائنۂ باطن، اور دوسرے بالواسطہ، یا خارجی طور پر تحقیق نفسی، معائنۂ باطن کے طریقہ سے انسان اپنے اعمال ذہنی کے وقوع یا مرور کی حالت مین غور و توجہ سے محسوس کرتا ہے، کہ افکار کے جمِ غفیر کی گذرگاہ پر حیات بھی خال خال برائے نام موجود ہین، دوسرے افراد کی روئداد پنہان انکی وابستگی جس حد پر خارج سے ہے، وہ اس طرح معلوم کی جاسکتی ہے کہ ان کے انداز گفتگو، حرکات و سکنات کی نوعیت کیا ہے، مقرر کا ذہن کس قسم کے تصورات کو ربط کے سلسلہ مین مسلسل کرنا چاہتا ہے، اثناے تقریر مین اس کے حرکات کا بہ غور معائنہ انکے محرکات کی تعیین و تخصیص اس طرح کرسکتا ہے کہ ان حرکات

کے محرکات فلان فلان ہین،

لفظ نفسیات سولہوین صدی عیسوی کے دورِ آخر کی یادگار ہے اسی زمانے مین یہ سکہ پہلے پہل استعمال کے بازارون مین نظر آیا، ارسطاطالیس نے ایک مستقل کتاب روح پر سپرد قلم کی، جو بشر کے ملکات ذہنی (جنھین وہ حیات و روح کے مماثل سمجھتا تھا) کی بحثون سے مملو ہے" ہین کیونکر جانون کہ مین موجود ہون" مدت تک نفسیات کی فضا اس سوال کی صدا سے گونجتی رہی، جسے ڈیکارٹ کے مشہور جواب نے خاموش کیا؛ وجدان و تجربہ یہی دونون وہ وسیع منڈیان ہین، جہان سے جنس علم کے انبار کے انبار نفس سا تھ لے جاتا ہے، جان لاک ذہن بشر کو سادہ، صاف شفاف سپید کاغذ کے مثل قرار دیکر کہتا ہے کہ حواس کی راہ سے تجربات جب اس پر سے گذرتے ہین توان کی پرچھائیان اور نشانات اس پر باقی رہجاتے ہین، جو غور و خوض کے بعد ذہن انسانی ان آثار ارتسام سے تصورات کے مختلف پیکر تیار کر دیتا ہے؛

جان لاک کے نظریہ کی بنا پر علم کا ماخذ اور منبع احساس و تامل قرار پایا، مختصر یہ کہ نفسیات ایک ایسی وسیع بساط ہے جس پر توجیہ مظاہر نفسی اور انھین مظاہر کا ظہور و نشو و نما اور انھین کے تاریخی حوالون کی بازیان علحدہ علحدہ جمی رہتی ہین، یا یہ ایسا نزہت کدہ ہے، جسمین مظاہر نفسی کے نونہال توجیہات کے خوشرنگ نکلتے ہوئے پھولون سے لدے ہوئے ہوتے ہین، تخلیق مظاہر کا سبزۂ نوخیز فرش کی طرح چارون طرف بچھا ہوا ہے، اور ان کے سراغ تاریخ کی مصفّا نہرین دور تک بہتی چلی گئی ہین،

ادراک، احساس، توجہ، حافظہ، عزم و اختیار،

تخیل و التباس، حسیات، جذبات، ذائقہ بو وغیرہ،

یہ سب کے سب گلستان نفسیات ہی کے قطعات اور اسی پر فضا گلکدہ کے حصے شمار کئے جاتے ہین؛

"باقی"

قدیم قابلِ اشاعت کتابین

دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن کے لئے

از

مولانا سید ہاشم صاحب ندوی رکن دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن

(۲)

عُلُومُ القرآن[1]

۱- جامع احکام القرآن المبین بما تضمنہ من السنۃ وآیۃ الفرقان، لابی عبد اللہ محمد بن احمد بن ابی بکر بن فرج الانصاری الخزرجی المتوفی ۶۷۱ھ عام طور پر یہ تفسیر قرطبی کے نام سے مشہور ہے، صاحب کشف الظنون نے لکھا ہے" کتاب کبیر مشہور" قرآن کی جمع و ترتیب کی تاریخ، اس کے فضائل، وجوہِ اعجاز اور فقہی احکام سے تفصیلی بحث کی ہے، استنباطِ مسائل مین منفردانہ حیثیت اختیار کی ہے، جس قدر کسی ایک آیۃ سے مسائل فروع، احکام اور اصول کا استنباط ہو سکتا تھا، مصنف نے قریب قریب اس کی پوری تکمیل کی ہے، ابتداء، اشتقاق، لغت، نحو و صرف، بلاغت، معانی و بیان کے مسائل سے بحث کی ہے، اس کے بعد احکام اور تاریخی اشتہارات نیز تطبیق بالسنۃ کا

[1] معارف:- اسی قسم کی ایک مختصر فہرست معارف ماہ اکتوبر ۱۹۲۹ء مین شایع ہو چکی ہے، اس لئے اس مضمون سے وہ کتابین خارج کر دی گئی ہین، جنکا ذکر گذشتہ فہرست مین آچکا ہے،

تفصیلی ذکر کیا ہے،

"اول ھذا الکتاب الحمد للہ الذی یحمد نفسہ قبل ان یحمد حامد" اس کتاب کی (۱۸) جلدین جامع القروین فاس کے کتبخانہ مین موجود ہین، ایک کامل نسخہ ندوۃ العلماء لکھنؤ کے کتب خانہ مین بھی ہے جو بخط قدیم ہے، تقریباً (۱۲) مختلف نسخے کتب خانہ خدیو مین بھی ہین جنمین سے اکثر ناقص ہین لیکن بعض ۶۰۰ھ بعض ۶۲۵ھ کے مکتوبہ ہین، دس جزء مؤلف کے نسخے سے منقول ہین، نسخہ کے آخری جزء پر یہ عبارت ہے" انہ فرغ منہ مستہل شہر صفر سنۃ ۶۷۶ھ بعض اجزاء علامہ ابن الصلاح کے لکھے ہوئے بھی ہین، کتب خانہ آصفیہ مین یہ اجزاء ہین،

(۱) جزء الاول از سورہ فاتحہ تا سورہ بقر، (۲) جزء الثانی از آل عمران تا آیۃ یا ایہا الذین آمنوا لا تقتلوا الصید وانتم حرم، یہ دونون ۶۷۳ھ کے لکھے ہوئے ہین، جزء ثالث از انعام تا حجر ۶۷۱ھ کا مکتوبہ ہے، جزء حادی عشر سورہ اسری تا آیہ یسئلونک عن الروح الی سورہ مریم آیۃ ما ینبغی الرحمن ان یتخذ ولدا، یہ حصہ بخط قدیم ہے، آخر مین یہ عبارت ہے" قد قری ھذا الجزء علی الامام ابی الغیث المغربی بالمکۃ، جزء ثانی عشر از سورہ شوری تا سورہ والنجم بخط عتیق آخر جزء مین یہ عبارت ہے" کتب ھذا الجزء موسی بن ابراھیم ۶۵۵ھ ایک نسخہ قسطنطنیہ مین سلطان محمد کے کتبخانہ مین ہے،

۲- **تفسیر ابن ابی زمنین**، اس کا نادر نسخہ جامع القرویین فاس کے کتبخانہ مین موجود ہے جو ۴۹۵ھ مین مصنف کے سامنے پڑھا گیا،

۳- **مشکل اعراب القرآن**، للشیخ محمد مکی ابن ابی طالب حموش الاندلسی النحوی المتوفی ۴۳۷ھ اولہ اما بعد حمد اللہ جل ذکرہ والثناء علیہ بما ھو اھلہ، اعراب القرآن مین بہت ہی بسوط اور بہترین تالیف ہے، اس کا ایک نسخہ کتبخانہ آصفیہ مین ۵۹۸ھ کا لکھا ہوا ہے، جو بخارا مین لکھا گیا، یہ نسخہ زمانہ کے حوادث سے مخدوش حالت مین ہے، اگر اس سے استفادہ نہین کیا گیا، تو یہ

نادر الوجود نسخہ جس پر کتبخانہ کو فخر ہے ضائع ہو جائیگا، اس کا ایک کامل نسخہ ۶۲۲ھ کا لکھا ہوا کتبخانہ خدیو مین بھی ہے، اور ایک ناقص یعنی نصف اخیر ۶۲۴ھ کا مکتوبہ بھی موجود ہے، ایک نسخہ ۵۸۹ھ کا مکتوبہ شیخ الاسلام کے کتبخانہ مین ہے، ایک نسخہ ۵۸۹ھ کا لکھا ہوا جامع مسجد بمبئی کے کتبخانہ مین ہے،

۴- **مشکلات القرآن**، لمحمد بن وحید التوقانی بخط مصنف ۶۶۲ھ کا لکھا ہوا نسخہ شیخ الاسلام کے کتبخانہ مین موجود ہے

۵- **اعراب القرآن**، لابی عبیدہ معمر بن المثنی اللغوی المتوفی ۲۱۰ھ، اعراب القرآن پر پہلی تصنیف ہے، مقدمہ مین لکھا ہے" قال ابو عبیدۃ ھذا الکتاب ذکرت فیہ اعراب ثلاثین سورۃ من المفصل بشرح اصول کل حرف وتلخیص فروعہ وذکرت غریب ما اشکل منہ وتبیین مصادرہ وتصریفہ وتثنیتہ وجمعہ لیکون معرفۃ علی جمیع ما یرد علیک من اعراب القرآن انشاء اللہ تعالیٰ" ابو عبیدہ بن المثنی نہ صرف اپنے قدامت کے لحاظ سے بلکہ امام فن اور مشہور لغوی ہونے کی حیثیت سے ان کی تصانیف پر کوئی کام نہین کیا گیا، اعراب القرآن کا ۱۱۷۶ھ کا مکتوبہ نسخہ رامپور لائبریری مین ہے

۶- **نزہۃ القلوب فی تفسیر غرائب القرآن**، لابی بکر محمد بن عبد العزیز السجستانی ۵۹۶ھ کا مکتوبہ نسخہ پٹنہ لائبریری مین موجود ہے،

۷- **نظم الدرر فی تناسب الآی والسور**، یہ مناسبات البقاعی کے نام سے مشہور ہے، امام برہان الدین ابراہیم بن عمر البقاعی المتوفی ۸۸۵ھ کی تصنیف ہے، ۸۶۱ھ مین اس کی تصنیف شروع کی، اور ۸۷۵ھ مین (۱۴) سال کے اندر اس کو تمام تک پہنچایا، صاحب کشف الظنون نے لکھا ہے" اس سے پہلے کسی نے اس طرز کی کوئی تصنیف نہین کی، اس مین قرآن کے ایسے اسرار جمع کئے ہین کہ ان کو پڑھکر عقل حیران رہجاتی ہے" بڑی خوبی یہ ہے کہ اصل توریت اور زبور سے روایتین نقل کی ہین، جو تفسیر کی دوسری کتابون مین معدوم ہین، مصنف کی اس کتاب پر اس زمانہ کے علمائے توریت وزبور سے استدلال کرنے پر اعتراض کیا تھا جس کا جواب مصنف نے ایک علحدہ رسالہ مین دیا ہے، اس کا نام

الاقوال القویمۃ فی حکم النقل من الکتب القدیمۃ "اول ھذا الکتاب الحمد للہ الذی انزل الکتاب متناسبۃ سورہ و آیاتہ وذکر فی آخرہ انہ فرغ منہ فی یوم الثلاثۃ سابع شعبان سنہ ۸۳۸ھ"

کتبخانہ خدیویہ میں اس کے دو نسخے موجود ہیں، ایک کامل چھ جلدوں میں ہے، جو سنہ ۱۳۷۱ھ کا مکتوبہ ہے، دوسرا ناقص ہے، لیکن قدیم اور اس کے بعض اجزا سنہ ۸۳۸ھ کے مکتوبہ ہیں، جزو الرابع سورۂ یونس سے سورۂ اسری تک سنہ ۸۳۸ھ کا مکتوبہ ہے، جزو سادس بھی سنہ ۸۳۹ھ کا مکتوبہ ہے، ان دونوں جزؤں پر بخط مصنف حواشی اور تصحیحین درج ہیں، اس کتاب کا ایک اچھا نسخہ چار جلدوں میں جرمنی کے کتبخانہ میں موجود ہے، ایک نسخہ سلطان محمد کے کتبخانہ[1] میں ہے، بعض اجزا حرم کے کتبخانہ میں پائے جاتے ہیں، مصنف کا مذکورہ رسالہ الاقوال القویمۃ فی حکم النقل من الکتب القدیمۃ بھی کتبخانہ خدیویہ میں سنہ ۸۳۹ھ کا لکھا ہوا موجود ہے، اس پر مصنف کے قلم کی عبارتیں پائی جاتی ہیں،

علومِ حدیث

۸۔ **غریب الحدیث**، لابی عبید قاسم بن سلام اللغوی المتوفی سنہ ۲۲۵ھ غریب الحدیث کی سب سے پہلی تصنیف ابو عبیدہ معمر بن المثنیٰ کی ہے، اس کے بعد ابو الحسن المازنی اور اصمعی وغیرہ نے اس موضوع پر کتابیں لکھیں، لیکن ابو عبید قاسم بن سلام اللغوی نے اس موضوع پر ایک ایسی بسوط لکھی جس نے دوسروں سے بے نیاز کر دیا، صاحب کشف الظنون لکھتے ہیں کہ "۴۰ سال کی مدت میں یہ کتاب تصنیف ہوئی گویا اپنی عمر کا بیشتر حصہ امام موصوف نے اس کی تحقیق میں صرف کیا، اول ھذا الکتاب بسم اللہ الرحمن الرحیم وصلی اللہ علی سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ وسلم" اس کا ایک قدیم نسخہ رامپور لائبریری میں ہے جو غالباً چھٹی صدی کا لکھا ہوا ہے، اول و آخر کے چند صفحے ضائع ہو گئے ہیں اس کی ترتیب یہ ہے:-

(۱) احادیث نبوی (۲) احادیث خلفاء اربعہ (۳) احادیث عشرۂ مبشرہ (۴) احادیث عامہ صحابہ،

[1] سلطان محمد کتبخانہ منک صور تیدر قسطنطنیہ میں ہے،

(۵) احادیث صحابیات و تابعین (رحمہم اللہ اجمعین)

۹۔ **کتاب الغریبین**، لابی عبید احمد بن محمد الہروی المتوفی سنہ ۴۰۱ھ صاحب کشف الظنون نے لکھا ہے، "یہ حروف معجم پر مرتب ہے، غریب القرآن و غریب الحدیث میں بے مثل کتاب ہے، تمام قدما کی کتابوں سے اخذ کر کے اچھی ترتیب کیساتھ جمع کیا ہے" کامل نسخہ سنہ ۵۷۴ھ کا لکھا ہوا رامپور لائبریری میں ہے، جس پر بہت سے علماء کی اجازتیں لکھی ہوئی ہیں، ایک دوسرا نسخہ سلطان سلیمان کے کتبخانہ میں ہے،

۱۰۔ **مسند ابی یعلی الموصلی**۔ المتوفی سنہ ۳۰۷ھ کتبخانہ آصفیہ میں ایک جدید الخط نسخہ ہے، جو غالباً ٹونک سے نقل ہو کر آیا،

۱۱۔ **مسند عبد بن حمید**، المتوفی سنہ ۲۴۹ھ اس کا ایک نسخہ جامع القرویین کے کتبخانہ میں موجود ہے، اور جدید الخط نسخہ کتبخانہ آصفیہ میں ہے ایک دوسرا نسخہ سلطان محمد کے کتبخانہ میں ہے،

۱۲۔ **کتاب الزہد و الرقائق**، للامام عبد اللہ بن مبارک المتوفی سنہ ۱۸۱ھ حدیث کے اولین تصنیفات میں اس کا شمار ہے، سنہ ۴۲۵ھ کا مکتوبہ نسخہ جامع القرویین کے کتبخانہ میں موجود ہے،

۱۳۔ **مصنف عبد الرزاق ابن الہمام**، المتوفی سنہ ۲۱۱ھ مصنف کے عنوان پر یہ پہلی تصنیف ہے، مدینہ طیبہ میں اس کی ایک جلد پائی جاتی ہے،

اصولِ حدیث

۱۴۔ **الکفایۃ فی معرفۃ اصول علم الروایۃ**، للحافظ ابی بکر احمد بن علی الخطیب البغدادی صاحب التاریخ المتوفی سنہ ۴۶۳ھ ایک نسخہ کتبخانہ آصفیہ میں جدید الخط ہے، جو سنہ ۵۸۴ھ کے نسخے سے منقول ہے، ایک نسخہ بخط قدیم کتبخانہ خدیویہ میں ہے، پٹنہ لائبریری میں چھٹی صدی کا مکتوبہ کامل نسخہ ہے،

فقہ

۱۵۔ المبسوط، لابی سلیمان الجوزجانی، امام جوزجانی امام محمدؒ کے شاگرد ہیں، امام محمدؒ کی کتاب الاصل جو مبسوط کے نام سے مشہور ہے اس کے یہ راوی ہیں، یہ شرح نہیں بلکہ اصل کی روایت ہے، ایک نسخہ کتبخانۂ سلطانیہ حرم میں موجود ہے، دوسرا کتبخانہ خدیو میں ہے، قسطنطنیہ کے کتبخانہ میں بھی اس کے متعدد نسخے پائے جاتے ہیں،

۱۶۔ جامع الصدر الشہید، لابی جعفر عمر بن عبد العزیز ابن عمر المتوفی ۵۳۶ھ جامع صغیر امام محمدؒ کی شرح ہے جو جامع الصدر الشہید کے نام سے مشہور ہے، اس کے دو نسخے کتبخانۂ آصفیہ میں ہیں، ایک ۶۶۲ھ کا مکتوبہ ہے جس کا اصل سے مقابلہ کیا گیا، اور نہایت صحیح ہے، دوسرا نسخہ [illegible]ھ کا مکتوبہ ہے اس پر فقہا کے حواشی بھی ہیں، کاتب کا لقب الشہاب ہے، اول و آخر میں خط بدلا ہوا ہے جس سے شبہہ ہوتا ہے کہ کتابت [illegible] سے بھی قدیم ہے، ایک اور نسخہ مولانا عبد الباقی صاحب فرنگی محلی کے پاس ہے،

۱۷۔ التحریر فی شرح جامع الکبیر، لجمال الدین محمود بن احمد البخاری المعروف بالحصیری المتوفی ۶۳۶ھ صاحب کشف الظنون نے لکھا ہے کہ "وھو فی ثمان مجلدات حین قرأ علیہ الملک المعظم عیسیٰ بن ابی بکر" ایوبی صاحب الشام المتوفی ۶۲۴ھ اس کے تین جز کتبخانۂ آصفیہ میں ہیں، جزو اول و ثانی ۶۴۶ھ کے مکتوبہ نسخہ سے منقول ہیں، اور جزو سابع ۱۱۳۹ھ کا مکتوبہ ہے، تینوں حصوں کا خط ایک ہے، سابع کے اخیر میں لکھا ہے کہ "آخر جزء سابع وھو آخر الکتاب" اس لحاظ سے اس کی کل سات جلدیں ہوئیں لیکن صاحب کشف الظنون نے اس کی آٹھ جلدیں لکھی ہیں،

منطق

۱۸۔ کتاب الرد علی المنطقیین، لابن تیمیہ حرانی، المتوفی ۷۲۸ھ مصنف نے اس کتاب

میں یونانی منطقیین پر اصولی اعتراضات کئے ہیں، اس کا ایک نادر الوجود نسخہ کتبخانۂ آصفیہ میں ہے جو مصنف کے نسخہ سے منقول ہے، ایک حصہ اس کا خود مصنف پر پڑھا گیا، دوسرا نسخہ قادیان میں ہے،

کلام

۱۹۔ نہایۃ المرام فی روایۃ الکلام، لابی القاسم عمر بن حسین بن حسن الطبری المکی، کلام میں بہترین کتاب ہے، ۵۵۵ھ کا مکتوبہ نسخہ کتبخانۂ آصفیہ میں ہے جس پر مصنف نے اپنے قلم سے عبد العزیز ابن ابی النجیب ابن بندار القلانسی کو اجازت دی ہے،

۲۰۔ کتاب التقریب والارشاد، للحافظ محمد بن المظفر بن ہبۃ اللہ المقدسی بخط مصنف، اس کا نادر نسخہ کتبخانۂ آصفیہ میں ہے، جو ۵۴۸ھ میں لکھا ہے،

رجال

۲۱۔ کتاب الثقات، لمحمد بن حبان المتوفی ۳۵۴ھ، رجال میں معتمد علیہ کتاب ہے، تمام محدثین و مورخین نے اس سے استناد کیا ہے، ۱۲۹۲ھ کا مکتوبہ کامل نسخہ چار جلدوں میں کتبخانۂ آصفیہ میں موجود ہے، جز ثانی مولانا عبد الحیٔ کے کتبخانہ میں ہے، جو جدید الخط ہے، ایک کامل نسخہ کتبخانۂ سندھ میں ہے،

۲۲۔ الاکمال فی مشتبہ الانساب والرجال، لابن ماکولا المتوفی ۴۸۷ھ انساب، اسماء، القاب، کنی کے صحیح تلفظ کو بیان کیا ہے، یہ کتاب محدثین کے نزدیک معتبر ہے، اس کا ایک کامل نسخہ ٹونک کے کتبخانہ میں موجود ہے، جو نویں صدی کا لکھا ہوا ہے، ایک دوسرا جدید الخط نسخہ مولانا عبد الحیٔ فرنگی محلی کے کتبخانہ میں موجود ہے، ایک نادر نسخہ جامع القرویین کے کتبخانہ میں ہے، ایک دوسرا نسخہ اباصوفیہ کے کتبخانہ میں ہے،

۲۳۔ تبصیر المنتبہ فی تحریر المشتبہ، لابن الحجر العسقلانی المتوفی ۸۵۲ھ اس کا ایک نادر نسخہ رامپور

کے کتبخانہ مین نظر سے گذرا، جو تلمیذ مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے، دوسرا نسخہ کتبخانہ آصفیہ مین بھی ہے،

طبقات

۲۴- **سلوۃ الاحزان فی اشعار النسوان**، لاوحد الدین احمد اولہ یمد ک یامن اجری عیون الحکم وصیح الانام فی سرائع النعم" یہ شاعرات کا تذکرہ ہے، ادبی نقطہ نظر سے یہ قابلِ قدر کتاب ہے، اس کا ناقص نسخہ کتبخانہ حبیبیہ علی گڈھ مین موجود ہے، آخری ترجمہ ولادہ بنت خلیفہ المستکفی باللہ محمد بن عبد الرحمن کا ہے،

۲۵- **دمیۃ القصر وعصرۃ اہل العصر**، لابی الحسن علی بن الحسن الباخرزی الشہید سنہ ۴۶۷ھ، یہ کتاب طبقات شعراء مین مشہور ہے، ایک ناقص حصہ پٹنہ لائبریری مین ہے، دوسرا نسخہ شیخ الاسلام کے کتبخانہ مین ہے، ایک حصہ کتبخانہ سلیم پور مین ہے، پہلے صفحہ پر یہ عبارت لکھی ہے "ہذا الکتاب جیاد کتب الادب ومختار اتھم اولھا فی طبقات البدو والحجاز"

۲۶- **طبقات الفقہاء**، یہ امام ابو اسحاق جمال الدین ابراہیم بن علی المعروف بالشیرازی المتوفی سنہ ۴۷۶ھ کی تالیف ہے، فقہاء صحابہ، فقہاء تابعین، اور تبع تابعین کے حالات تفصیل سے لکھے ہین، اس کے بعد فقہاء انصار کے تراجم ہین، اس کا ایک نادر نسخہ کتبخانہ خدیو مین ہے، جو ۹۵۶ھ کا مکتوبہ ہے،

تاریخ

۲۷- **التاریخ الکبیر**، للامام البخاری المتوفی سنہ ۲۵۶ھ، امام بخاری کی تاریخ کبیر مشہور تصنیف ہے، جزو اول ثانی، رابع کتبخانہ خدیو مین ہے، جس کا ایاصوفیہ کے نسخے سے فوٹو لیا گیا ہے، جزو رابع کتبخانہ آصفیہ مین ہے، جزو رابع بھی کتبخانہ سندھیہ مین ہے،

لہ حلب کے مطبعہ علمیہ مین سنہ ۱۳۴۹ھ مین چھپ گئی ہے، (سلیمان)

۲۸- **کتاب البدایۃ والنہایۃ**- لابی الفداء اسمٰعیل بن عمر والقرشی المتوفی سنہ ۷۷۴ھ المعروف بابن الکثیر الجزری، یہ کتاب ۱۰ جلدون مین تاریخ کی ایک مبسوط کتاب ہے، ہجرت کے بعد سے سنین پر اس کی ترتیب ہے، اس کا ایک جزو پٹنہ لائبریری مین ہے، جو ہجرت سے وفات نبوی تک ہے، یہ ۹۰۲ھ کا مکتوبہ ہے، جو مصر کے نسخہ سے منقول ہے، اس کا ایک جزو فرنگی محل مین موجود ہے، جو ابتدائے ہجرت سے سنہ ۹۵ھ تک کے واقعات پر مشتمل ہے، اس کا پہلا جزو کتبخانہ خدیو مین بخط قدیم موجود ہے، کامل نسخہ کا پتہ نہین چلتا، بعض مستشرقین نے اس کا ایک نسخہ وائنا مین بتایا ہے، البتہ جامع القرویین کے کتبخانہ مین اس کا نادر الوجود نسخہ موجود ہے، دیکھو برنامج جامع القرویین، ایک نسخہ شیخ الاسلام کے کتبخانہ مین بھی موجود ہے،

۲۹- **تاریخ ابن ابی خیثمہ**، ابو بکر احمد بن زہیر النسفی ثم البغدادی المتوفی سنہ ۲۷۹ھ، صاحب کشف الظنون نے لکھا ہے "ھو تاریخ کبیر علی طریقۃ المحدثین احسن فیہ واجاد" مشہور تاریخ طبری سے یہ مقدم ہے، اس لئے اس کی اہمیت اور زیادہ بڑھ جاتی ہے، جبکہ محدثانہ طرز پر تاریخ کی کتابین خال خال نظر آتی ہین، اس کا ایک نادر الوجود نسخہ جامع القرویین کے کتبخانہ مین موجود ہے،

۳۰- **تاریخ اصفہان**، لابی نعیم احمد بن عبد اللہ الاصفہانی المتوفی سنہ ۴۳۰ھ، اصفہان کی یہ پہلی تاریخ ہے، اس کا ایک نسخہ کتبخانہ شیخ الاسلام مدینہ طیبہ مین موجود ہے، دوسرا نسخہ جدید الخط رامپور کے کتبخانہ مین ہے، جو سندھ کے کتبخانہ سے منقول ہے،

۳۱- **کتاب الاوراق فی اخبار آل عباس واشعارہم**، تالیف ابی بکر محمد بن یحیٰی الصولی، المتوفی سنہ ۳۳۵ھ، آل عباس کے خانگی احوال، ان کے شعر و شاعری کا تذکرہ جمع کیا ہے، اس کا ایک نسخہ تقریباً ساتوین صدی کا لکھا ہوا کتبخانہ خدیو مین ہے، اور دوسرا نسخہ کتبخانہ آصفیہ مین ہے، جس کا اول و آخر ناقص ہے،

۳۲- **درالسحابۃ فی بیان مواضع وفیاۃ الصحابۃ**، لرضی الدین حسن بن محمد بن حسن الصغانی المتوفی

لہ معارف: مصر مین اس کی پہلی جلد چھپ گئی ہے،

۷۵۰ھ، ۱۱۱۶ھ کا مکتوبہ نسخہ کتبخانہ خدیویہ میں ہے،

۳۳۔ کتاب الاوائل، لابی ہلال العسکری ۳۹۵ھ کا مکتوبہ نسخہ شیخ الاسلام کے کتبخانہ میں موجود ہے، اس کے متعدد نسخے کتبخانہ سلیم پور، رام پور میں پائے جاتے ہیں، ایک نادر نسخہ کتبخانہ خدیویہ میں بھی ہے،

۳۴۔ نزہۃ الارواح و روضۃ الافراح۔ لمولانا شمس الدین محمد شہرزوری، پہلا جز یونان و مصر کے حکماء کی تاریخ پر مشتمل ہے، دوسرا حکمائے اسلام پر ۶۳۳ھ کی یہ تصنیف ہے، حکمائے یونان و اسلام پر چند ہی کتابیں شائع ہوئی ہیں، ۹۰۰ھ کے مکتوبہ نسخے سے منقول نسخہ کتبخانہ آصفیہ میں موجود ہے،

۳۵۔ اخبار قریش، محمد بن حبیب البغدادی اللغوی کی تصنیف ہے، نہایت قابل قدر کتاب ہے، اس کا ایک قدیم نسخہ کتبخانہ ناصریہ میں ہے،۔

لغت،

۳۶۔ اصلاح المنطق، لابن السکیت اللغوی المتوفی ۲۴۴ھ، ۵۹۹ھ کا نسخہ کتبخانہ آصفیہ میں ہے، جس پر علماء کے حواشی ہیں ہیں، دو قدیم نسخہ کتبخانہ خدیویہ میں ہیں، ایک ۵۰۰ھ کا مکتوبہ ہے،

۳۷۔ ابنیۃ الافعال والاسماء والمصادر، لابی القاسم علی بن جعفر السعدی المعروف بابن القطاع المتوفی ۵۱۵ھ، افعال پر دوسری تصنیف ہے، پہلی تصنیف ابوبکر محمد بن عمر بن عبد العزیز المعروف بابن القوطیہ کی ہے، لیکن یہ اس سے زیادہ مبسوط ہے، اور اس میں خماسی سداسی افعال کی بحث مستزاد ہے، اس کا ایک نسخہ کتبخانہ رامپور میں ہے، کتابت قدیم ہے، ایک دوسرا نسخہ کتبخانہ خدیویہ میں ہے، اگرچہ جدید الخط ہے، لیکن ۵۴۳ھ کے مکتوبہ نسخے سے منقول ہو،

۳۸۔ الحلیۃ فی اسماء الخیل المشہورۃ فی الجاہلیۃ والاسلام، لفاضل محمد بن علی بن کامل، پٹنہ لائبریری میں بخط مصنف ۶۰۲ھ کا مکتوبہ نسخہ موجود ہے،

۱ اس کا جدید الخط نسخہ ندوہ میں بھی ہے، (سلیمان)

ادب،

۳۹۔ کتاب المستجاد فی فعالات الاجواد۔ لابی الحسن علی بن عبد الحسن ابن عبد النعیم التنوخی قصص، لطائف، حکایات کو نہایت بلیغ طریقہ پر لکھا ہے، اس کا ایک نسخہ ۶۹۵ھ کا لکھا ہوا کتبخانہ حبیب گنج علی گڈھ میں ہے، ایک اور دوسرا نسخہ کتبخانہ شیخ الاسلام مدینہ طیبہ میں ہے،

۴۰۔ دیوان حسام الدین، حسام الدین عیسی بن سنجر ابن بہرام الاربلی المتوفی ۶۳۲ھ کا دیوان ہے، جس کا ایک قدیم الخط نسخہ کتبخانہ آصفیہ میں موجود ہے،

۴۱۔ التبیان فی علم البیان، للشیخ عبد الواحد بن عبد الکریم المعروف بابن زملکانی علم بیان میں بہترین رسالہ ہے، اس کا ایک نسخہ کتبخانہ آصفیہ میں ہے، جو مصنف کے منقولہ نسخے سے نقل کیا گیا ہے،

حکمت،

رسائل شیخ الرئیس ابی علی سینا

۴۲۔ رسالہ فی الفعل والانفعال واقسامہا،

۴۳۔ کتاب الارجوزہ،

۴۴۔ رسالہ عرشیہ،

۴۵۔ رسالہ فی السعادۃ والحجج العشرۃ،

۴۶۔ اصول القول فی ان اجرام العلویۃ ذوات انفس ناطقۃ،

۴۷۔ رسالہ فی الموسیقی،

رامپور لائبریری میں یہ رسائل موجود ہیں،

ہیئت

رسائل ابن الہیثم،

۴۸۔رسالہ الکلام فی ماہیۃ الضوء — زنجان کے کتبخانہ مین ہے،

۴۹۔مقالہ فی المرایا المحرقۃ بالقطوع،

۵۰۔مقالہ فی المرایا المحرقۃ بالدائرۃ،

۵۱۔رسالہ فی المکان،

۵۲۔رسالہ فی شکل بنی موسیٰ،

۵۳۔رسالہ فی المساحۃ، — زنجان کے کتبخانہ مین ہے،

۵۴۔رسالہ فی ضوء القمر،

۵۵۔رسالہ فی خواص المثلث، — ۶۳۱ھ کا مکتوبہ نسخہ کتبخانہ پٹنہ مین ہی،

۵۶۔رسالہ فی تربیع الدائرۃ، — پٹنہ لائبریری، طہران اور زنجان کے کتبخانون مین ایک ایک نسخہ ہی،

(۴۸ تا ۵۴) دائرۃ المعارف مین موجود ہین جو یورپ سے نقل ہو کر آئے ہین،

ریاضی

۵۷۔میزان الحکمۃ۔ للبیرونی المتوفی ۴۴۰ھ اسکا ایک نسخہ کتبخانہ آصفیہ مین ہے، اور دوسرا نسخہ جامع مسجد بمبئی کے کتبخانہ مین ہے، اس کتاب کے چند مقالے امریکہ کے کسی پروفیسر نے کسی اخبار مین شائع کئے ہین،

علم الکیمیا

۵۸۔رقبۃ الحکیم، یہ الشیخ الفیلسوف ابو محمد مسلمہ بن احمد بن عمرو بن وضاع المجریطی امام الریاضیین بالاندلس کی تالیف ہے، اولہا الحمد للہ العزیز الوہاب" ۴۳۹ھ مین اس کی تالیف شروع اور ۴۴۳ھ مین ختم کی، اس کے دو نسخے کتبخانہ خدیویہ مین بخط قدیم موجود ہین، ایک ناقص نسخہ رامپور لائبریری مین ہے،

۵۹۔کتاب السموم، لجابر بن حیان المتوفی ۱۶۱ھ،

۶۰۔انوار الدرر فی ایضاح الحجر، لایدمر بن علی الجلدکی المتوفی ۷۶۲ھ،

۶۱۔التقریب فی اسرار الترکیب، لایدمر بن علی الجلدکی المتوفی ۷۶۲ھ،

یہ رسائل کتبخانہ آصفیہ مین موجود ہین، التقریب کا ایک نسخہ مکتبۃ الحجاج قاہرہ مین ہے،

۶۲۔کتاب غناء الملہوف فی اسرار الترکیب، لایدمر بن علی الجلدکی المتوفی ۷۶۲ھ، ۹۶۰ھ کا مکتوبہ نسخہ مفتی محمد سعید صاحب مرحوم (حیدرآباد دکن) کے کتبخانہ مین ہے،

۶۳۔وصیۃ خالد بن یزید بن معاویۃ، اس کا ایک نسخہ کتبخانہ خدیویہ مین ہے،

تصانیف ابن رشد المتوفی ۵۹۵ھ

حکمت

۶۴۔مقالہ فی العقل والمعقول، علامہ ابن رشد کی قابل قدر تصنیف ہے، نمبر ۹، میڈرڈ کے شاہی کتبخانہ "سکوریل" مین موجود ہے،

۶۵۔کتاب منہاج الادلہ، نمبر ۶۲۹ نسخہ کتبخانہ "سکوریل" مین موجود ہے،

فقہ

۶۶ فتاوی ابن رشد، تین جلدون مین ہے، نمبر ۱۹۰۸ اس کا نسخہ کتبخانہ سکوریل مین ہے،

۶۷ کتاب الکفارہ لابن رشد، " " " "

۶۸ کتاب الخمس لابن رشد، " " " "

طب

۶۹ الکلیات لابن رشد، سات جلدون مین ہے، کتبخانہ سکوریل مین موجود ہے،

۷۰ مقالہ فی التریاق لابن رشد، " " " " "

۷۱ مقالہ فی المزاج لابن رشد، " " " " "

جبیب گنج کا کتابخانہ کس طرح جمع ہوا؟

از

نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمن خان شروانی،

یہ تو یاد نہین کہ میری عمر اس وقت کیا تھی، مگر یہ کہہ سکتا ہون کہ محض بچہ تھا جب یہ دیکھتا تھا کہ والد مرحوم کو کتابون کا اور کتاب دیکھنے کا شوق تھا، شب کو ایک معین وقت پر کھانے سے پہلے کتاب دیکھتے تھے، زیادہ تر فارسی کی تاریخین مثلاً تاریخ فرشتہ، سیر المتاخرین، یا ادب اردو، مثلاً بوستان خیال، گفتگو مین اکثر بادشاہون کے تاریخی واقعات بیان فرماتے، دوپہر کو لیٹ کر سونے سے قبل بھی کتاب دیکھتے جب مین اردو پڑھنے لگتا تو مرزا غالب کی اُردوے معلی کا نسخہ مجھ کو عنایت ہوا تھا، مین اس کو دیکھتا، کچھ سمجھتا بہت کچھ نہ سمجھتا، تاہم دیکھے جاتا اور رات دیکھتا کہ والد مرحوم تنگ آجاتے منع فرماتے، ذوق ادب کی یہ بنیاد تھی،

ایک کتاب فروش تھے عبد الرحیم نامی اپنی گٹھری لیکر مکتب مین درسی کتابین بیچنے آتے درسی کتابون کے سوا چھوٹی چھوٹی اردو نظم کی کتابین دکھا کر شوق دلاتے کہ بچے خریدین، مثلاً نورنامہ حضرت بلال کا قصہ، جملہ معترضہ، ہم کتابین دیکھتے تو کہتے جاتے لڑکو! مصطفائی یا نظامی مطبع کی کتاب لینا نولکشوری نہ لینا: یہ صحیح کتاب کا اہتمام تھا، درسی کتابون کی قیمت تو بزرگون کی سرکار سے ملتی غیر درسی کی خود دینی ہوتی، اتوار کے دن ہمارے یہان بازار لگتا تھا، اس مین پیسے ملتے تھے، انھین مین سے اس کام مین صرف ہوتے، خوب یاد ہے کہ ایک بار کتاب فروش کے ایک روپیہ چھ آنہ میرے ذمہ واجب ہو گئے، میرے پاس صرف چھ پیسے تھے، تقاضا کے بعد دھمکی دی کہ خان صاحب سے کہون گا، یہ بڑی دھمکی تھی، قرض کی چیز لینا سخت جرم تھا، اس رات جو فکر رہی وہ اب تک یاد ہے، دوسرے روز کچھ کتابین واپس دین کچھ

بدلے مین دین پاس کے پیسے دیئے، جب تقاضا ہلکا ہوا بچپن کے اسی شوق کا یہ اثر تھا کہ رات کو زنانہ
مین یہ کھیل ہوتا کہ کوئی چادر یا جانماز مجاتی تو لپیٹ کر گٹھری بنائی جاتی اور کتابین بچی جاتین، بی بیان دیکھکر
تعجب کرتین،

بہرحال یہ شوق کتابین دیکھنے کا عبد الرحیم موصوف نے لگایا تھا غفرلہ، استعداد کے ساتھ کتابون
کا معیار بھی بڑھتا گیا، اب نور نامہ وغیرہ تو موجود نہین البتہ ان سے خریدی ہوئی شرح سہ نثر ظہوری وغیرہ
کتابین موجود ہین، ان مین سے بعض پر ۱۳۰۳ھ درج ہے، انھین کتابون کی خریداری کے ساتھ اردو دواوین
کا شوق ہوا، ایک واقعے کی مدد سے یاد آتا ہے کہ ۱۳۰۳ھ تک سو سوا سو کتابین جمع ہو چکی تھین، ایک صندوق
پلنگ کے پاس رہتا تھا، اس مین یہ کتابین اور لکھنے پڑھنے کا سامان رہتا، اسی طرح کتابین بڑھتی رہین،
جب علٰحدہ کمرہ رہنے کو ملا تو والد مرحوم نے اس مین ایک الماری کتابون کے واسطے بنوادی، یہ الماری
جب تک بھری نہ تھی، یہ اس وقت کا ذکر ہے کہ قطبی وغیرہ کتابین پڑھتا تھا، ۱۳۰۵ھ مین انگریزی پڑھنے
کے لئے آگرہ گیا، وہان قلمی کتابین دیکھنے اور خریدنے کا موقع ملا، یاد آتا ہے کہ سب سے پہلے قاضی ابو بدیع
کا رسالہ ساحت خرید، واقعات بابری کا ایک نادر قلمی نسخہ آگرہ کالج کی لائبریری مین تھا، عم محترم مرحوم کی
اجازت سے اس کی نقل ۱۳۰۸ھ مین کرائی، اسی زمانہ مین علامہ شبلی مرحوم سے ملاقات ہوئی، ان کے فیضِ
صحبت سے وسعتِ نظر پیدا ہوئی، پٹنہ، رامپور وغیرہ کے کتابخانون کے حالات سنے،

یہی زمانہ تھا کہ والدہ مرحومہ کے معالجے کے سلسلے مین دلی جانا اور رہنا ہوا، خریداری کتب کا
شوق ساتھ تھا، مولوی سلیم الدین خانصاحب مرحوم بہت وسیع پیمانہ پر قلمی کتابون کے فروخت کا کاروبار
کرتے تھے، قیمت پوری لیتے تھے، ان سے ملا بعض کتابین خریدین، ایک کباڑی کے یہان سے کشف الحجاب
فی علم الاصطرلاب کا عمدہ نسخہ خریدا، اسی کی معرفت بعض اور کتابین اور خوشخط قطعات خریدے قطعات
کا یہ پہلا شوق اور خریداری تھی، بجملہ معترضہ، زر زرکشد کا تجربہ ہوا، حکیم سعد الدین صاحب ہمارے یہان

لکھنؤ کے ایک طبیب تھے حکیم یعقوب صاحب مرحوم کے شاگرد، اس عہد کی تہذیب کے مطابق خوشخط
تھے، خطاطی کی باقاعدہ مشق کی تھی، مین نے دلی کے قطعات کا سرمایہ ان کو دکھایا تو میرا شوق دیکھکر بہت
خوش ہوئے، جو قطعے استادون کی نشانی اون کے پاس تھے وہ مجھکو عنایت کردیئے، اب تک انکی
یادگار کی تصریح کے ساتھ کتابخانہ مین محفوظ ہین،

آمدم برسر مطلب، جو قلمی چیز خریدی جاتی علامہ مرحوم کو دکھائی جاتی، جرح کرتے اور کوشش فرماتے
کہ نگاہ بلند ہو، انھین کے ذریعے سے لکھنؤ کے قلمی کتاب فروشون سے سابقہ ہوا، جن کو مولانا غارتگر
کہتے تھے، وہ کتاب ایسی دکھاتے کہ نہ لینا ممکن نہ ہوتا، قیمت ایسی طلب کرتے کہ دیوالیہ کردیتے، اب بھی
ان کتابون کی قیمت دیکھتا ہون تو گرانباری محسوس ہوتی ہے، لکھنؤ کی مدد سے قلمی کتابون کا سرمایہ بڑھتا
گیا، دوسرے مقامات سے بھی کتابین ملتی رہین، اب اتنا سرمایہ ہوگیا تھا کہ رہنے کے کمرہ مین چارو ظروف
چھوٹی بڑی الماریان کتابون سے معمور پیشِ نظر رہتی تھین، حفاظت سے رکھتا، ترتیب دیتا، تھوڑی بہت فہرست
سب اپنے ہی ہاتھ سے کرتا،

ایک بار استاذ العلما مولانا لطف اللہ صاحب مرحوم کے ایک صاحبزادی کی شادی مولینا کے وطن پلکھنے
مین ہوئی، مین بھی حاضر ہوا، عجب عالم تھا، تلامذہ کا کثیر مجمع تھا، جن مین نامور علما بھی شامل تھے، مثلاً مولانا سید محمد علی
صاحب، مولانا احمد حسن صاحب، مولانا عبد الغنی صاحب، مولانا عبد الجلیل صاحب، لطف یہ تھا کہ مہمانون
کے سامان پہنچانے پر ہر طرف مولوی ہی مولوی نظر آتے تھے، پلنگ، پانی کے برتن غرض جملہ اشیا اہلِ علم
ہی کے ہاتھ سے پہنچ رہی تھین، میرے یہان جب سامان لانے لگے تو معذرت کی کہ آپ نہ لائین،
ایک صاحب نے جو واقف تھے ہنس کر کہا کہ یہان مولویون کے سوا اور ہے کون جو تمھارے لئے
سامان لائیگا، غرض ان حضرات مین سے بعض کو مین نے تکلیف دی کہ شادی کے بعد حبیب گنج تشریف
لائین، کرم فرمایا، کتابخانہ دیکھا، متعارف فنون کا اتنا سرمایہ فراہم ہو چکا تھا کہ قابلِ تحسین ٹھہرا،

مولانا سید محمد علی صاحب اور علامہ شبلی کی تشویق سے بیرونی ممالک کی کتابون کے خریدنے کا شوق ہوا، ندوۃ العلماء کے جلسون کے سلسلے مین کانپور جانا ہوتا تو مولوی نور الدین مرحوم اور مولوی سلیمان صاحب تاجر کتب مصریہ کی فہرستین دیکھکر کتابین خریدی جاتین،

قدم آگے بڑھا تو بمبئی، مصر، شام اور یورپ سے کتابین آنے لگین، متفرق طور سے بھی کتابین اور نادر کتابین ہاتھ آتی رہین یہ ارزان مل جاتین، مثلاً مباحث مشرقیہ امام رازی کا نسخہ ایک بیوہ شریف زادی کے یہان سے تین روپیہ کو ملا، الہ آباد سے ایک صاحب نے ایک بیوہ کا مال گلستان کا نادر مصور نسخہ بے طلب بھیجدیا جب دس روپیہ قیمت بھیجی تو دعا و شکریہ بھی ملا، جو نادر کتاب ہاتھ آتی علامہ شبلی مرحوم کو مطلع کرتا وہان سے تحسین آتی، یاقوت مستعصمی کا لکھا ہوا کلام مجید کا نسخہ ہاتھ آیا، تو نیاز نامے کے جواب مین فرمایا گاؤن مین بیٹھے ہوئے بغداد تک چھاپے مارتے ہو، اس کلام مجید کے دستیاب ہونے کا واقعہ بھی شنیدنی ہے،

ایک علمی دروشی خاندان کے ایک صاحبزادہ نے روش خاندانی بدل کر باپ کی موجودگی مین سرمایہ علمی پر دست درازی شروع کردی، ایک بار ایک نادر نسخہ معمولی دامون پر یہان فروخت کر گئے، چلتے وقت کتابدار سے کہا کہ یہ تو معمولی چیز تھی ہمت ہو تو ایک چیز لاؤن کہا گیا ضرور، دوبارہ آئے تو یاقوت مستعصمی کے ہاتھ کا لکھا ہوا وہ نادر روزگار نسخہ لائے کہ آنکھین کھل گئین، ظفر خان شاہجہانی کے ہاتھ کی لکھی ہوئی یہ عبارت اس پر تھی "بقلم یاقوت مستعصمی کہ بہتر از این نوشتہ اند" ہدیہ چالیس روپیہ گئے، چند روز بعد اہل خاندان کو خبر ہوئی، وہ اس کے ذریعہ سے زیادہ نفع کے امیدوار تھے، بعد مشورہ چالیس روپیہ دیکر صاحبزادہ کے والد کو میرے پاس بھیجا، مین ایک جگہ عزیزداری مین گیا ہوا تھا، وہان ملے، تخلیہ کی فرمائش کی کھٹک گیا، تنہائی مین لڑکے کی نالائقی کا شکوہ فرماکر دریافت کیا کہ آیا کلام مجید کا نسخہ جیب گنج پہونچنے کی خبر صحیح ہے، مشکل کا سامنا ہوا، آپ خیال کرسکتے ہین کہ شوق کا تقاضا کیا ہوا ہوگا، دل نے کہا کہ خطاب

کرنے والے سید معاملہ کلام مجید کا جھوٹ بولنا روا نہین، صاف واقعہ کہدیا، اور واپسی کا وعدہ کیا، سید صاحب یہان تشریف لائے تو نسخہ واپس کردیا چلتے وقت فرمایا وقف ہے حفاظت نہ ہوسکی تو تمھارے پاس امانۃً رکھوا دونگا، آگے سنئے، صاحبزادہ للعہ مین ہدیہ کر گئے تھے خود بزرگوار نے بارہ روپیہ مین گروی رکھدیا مجھ کو کسی ذریعے سے معلوم ہوا تو زر رہن بھیجکر نسخہ اپنے پاس منگوا لیا، سید صاحب نے پھر کرم فرمایا نسخہ پھر حوالہ کردیا گیا، اس مرتبہ ان کے زر طلب عزیز ایک ریاست مین لے گئے اور ساڑھے گیارہ سو روپیہ مین ہمیشہ کے لئے اپنے آپ سے اس عزیز کو جدا کردیا، مین نے اس واقعہ کا پہلا حصہ علامہ شبلی سے بیان کیا تو فرمایا "تمھاری شرافت تمھارے شوق پر غالب آئی"،

جب حیدر آباد مین تعلق ہوا تو وہان بھی عمدہ موقعے کتابون کے حاصل کرنیکے ملے، خود اپنے بزرگون کے کتابخانون کے سرمایہ سے بھی اضافہ ہوا ہے، منجملہ ان کے بعض نادر نسخے ہین، مثلاً تفسیر جلالین کا ایک نسخہ عہد قطب شاہی کا نفیس لکھا ہوا، تاناشاہ کے بعض حاشیے اس پر درج ہین،

داستان بالا سے معلوم ہوا ہوگا کہ یہ میرا مختصر کتابخانہ نصف صدی سے زیادہ کی تلاش کا سرمایہ ہے الحمد للہ اس مین ایک بھی نسخہ سرقہ یا ناجائز ذریعے کا حاصل کیا ہوا نہین ہے، بلکہ ایسا ہوا ہے کہ فروشندہ نے ناواقفیت سے کم قیمت مانگی مین نے زیادہ دام دیئے، بہت سی کتابین نقل کے ذریعہ سے بھی حاصل ہوئی ہین، سفر حج مین حرمین شریفین مین بھی کتابین ہاتھ آئین، احباب اور اعزہ کے ہدایا نے بھی سرمایہ بڑھایا، تحفۂ اثنا عشری کا نسخہ منشی احتشام علی صاحب کا عطیہ ہے، جو خود شاہ صاحب نے صحیح کرادیا تھا، بعض دفعہ حماقتین ہوئین جن پر اب تک افسوس ہے، ایک حماقت سُن لیجئے، بوستان سعدی کا ایک نسخہ آیا، ایک مشہور خطاط (غالباً اسحٰق) کے ہاتھ کا لکھا ہوا، بفرمائش شاہی کہ مغل بادشاہون کی مہرین اور دستی عبارتین لکھی ہوئین، جنہین جہانگیر اور شاہجہان شامل تھے، اس کی آراستگی قابل دید تھی، تین سُو روپیہ قیمت تھی، ایک دوست نے بھیجا، چند روز رکھا رہا معلوم نہین دماغ ان ایام مین صحت کے کس درجہ مین تھا کہ نہ لیا،

واپس کردیا، خود ان دوست نے خرید لیا، اب مین ہون اور وہ دوست طرح طرح سے بہلاتا ہون مگر اُن کا دل نہین پسیجا، اگر معارف کے قارئین کرام مین سے کوئی صاحب میری مدد فرمائین توان کا نام بھی بتادون،

کتابون کے جمع کرنے مین زیادہ اہتمام قلمی نسخون کا رہا ہے، مطبوعہ علمی وفنی کتابین جمع کی ہین، معمولی کتابون سے تعداد بڑھانا کبھی پیش نظر نہین رہا،

اس تمام تجربے سے قدیم زمانہ کے علمی وکتابی شوق کا جو اندازہ ہوا ہے اس کے مقابلہ مین عہد حاضر کی بے ذوقی بلکہ بدذوقی دیکھکر دل دکھتا ہے،

اس وقت کتابخانہ مین کل جلدین ۴۱،۷۳ ہین، ان مین سے ۳۱۱۱ مطبوعہ ہین اور ۱۰۶۲۲ قلمی، اب ایک وسیع عمارت بھی اس سرمایہ کے لئے تنگی کررہی ہے، جو ایک اوسط پیمانے کے صندوق سے شروع ہوا تھا،

ترتیب فن وار ہے، کتابین عربی فارسی اور اردو تینون زبانون کی ہین، انگریزی کی بھی ۱،۸۷ ہین جو فہرست بالا سے خارج ہین، فہرستین ایک سے زیادہ مرتب ہوچکی ہین اور بعض ہنوز زیر ترتیب ہین، سرمایہ الحمد للہ برابر ترقی پذیر ہے، حال مین دلی کے ایک کباڑی کے یہان سے قدیم مطبوعات کے بہت سے نسخے ملے ہین، ؎

ہنوز آن ابر رحمت درفشان است
خم وخمخانہ با مہر ونشان است

جامع مسجد سورت مین ایک عجیب کتبہ

از

پروفیسر شیخ عبد القادر ایم اے، دکن کالج، پونہ

سورت مین ایک مشہور پرانی جامع مسجد ہے، اس مین حسب ذیل کتبہ نقش ہے:۔

بناء این مسجد جامع درعہد سلطان الاعظم ابی المجاہد
محمد بن لطفشاہ السلطان کماخر فی نوبۃ صدر المشائخ
فخر الحق والدین ابی بکر محمد مسعد امیر عرب ادام اللہ معامن
برکاتہ تم بناؤہ بعون اللہ تعالیٰ یوم الجمعۃ الرابع العشر جمادی الثانی سنۃ ۷۳۶

۱۔ اس کتبہ پر سال تعمیر ۷۳۶ھ درج ہے،

۲۔ تعمیر کا عہد سلطان ابوالمجاہد بن لطفشاہ (؟) مذکور ہے،

۳۔ زیر صدارت شیخ فخر الدین ابوبکر محمد مسعد امیر عرب یہ عمارت بنائی گئی،

سوال یہ ہے کہ مسلمانون نے گجرات پر گو سب سے پہلے ۶۹۶ھ مین قبضہ کرلیا تھا، مگر سورت کا اسوقت وجود کہان تھا، ؟ یہ تو بہت بعد کی آبادی ہے، ممکن ہے کہ وہان پہلے کوئی آبادی ہو، جو اس وقت آباد ہو، پھر بے نشان ہوکر دوبارہ یہ آبادی تغلقون کے وقت مین شروع ہوئی ہو،

ابوالمجاہد محمد بن لطفشاہ شاید کتابت کی یا نقل کتابت کی غلطی ہے، ابوالمجاہد محمد بن تغلقشاہ چاہیے جو ۷۳۶ھ مین دہلی وگجرات پر حکمران تھا،

شیخ فخر الدین ابوبکر محمد بن مسعد امیر عرب کا پتہ نہین چلتا،

بہرحال فضلائے وقت اور مورخین عصر کے سامنے، تحقیق مزید کی غرض سے یہ کتبہ پیش ہے،

تلخیص و تبصرہ

روے زمین کا وارث کون ہوگا؟

انسان یا حشرات الارض؟

مسٹر ہاورڈ (امریکہ) نے ایک دلچسپ مقالہ مین اپنے ملک کو اُن نقصانات سے متنبہ کرنے کی کوشش کی ہے جو حشرات الارض اُسے برابر پہنچا رہے ہین، اس موضوع پر اپنی تحریرون اور تقریرون مین وہ پہلے بھی بہت کچھ اظہار خیالات کر چکے ہین لیکن یہ دیکھ کر کہ اہل ملک نے کافی توجہ نہین کی، وہ اس مضمون مین مسئلہ کی اہمیت کو زیادہ وضاحت کے ساتھ پیش کرنا چاہتے ہین، ہندوستان بھی ایک زراعتی ملک ہے اور اس کے سامنے بھی وہی خطرات ہین جو امریکہ کے ارباب غور و فکر کے لئے باعث تشویش ہین، امید ہے کہ یہان کے باشندے بھی ان خطرات کی اہمیت کو محسوس کرینگے اور ان کو دفع کرنے کے وسائل اختیار کرین گے، سطور ذیل اسی مضمون کا خلاصہ ہین:-

یہ واقعہ ہے کہ حشرات الارض ہماری فصلون کا ایک عشر سے ایک خمس تک برباد کر ڈالتے ہین، یہ واقعہ ہے کہ زراعت کے جدید طریقون سے حشرات الارض کو نقصان رسانی کے زیادہ مواقع حاصل ہو گئے ہین، اسمین شبہہ نہین کہ لاکھون انسانون کی غذا بہم پہنچانے مین ہم اربون حشرات الارض کی پرورش کا سامان بھی کر رہے ہین اسمین کلام نہین کہ ممالک متحدہ امریکہ مین ہر سال ان حشرات الارض کی وجہ سے دس لاکھ آدمیون کی محنت ضائع جاتی ہے، اور مالی نقصان دو ارب ڈالر سے زیادہ ہوتا ہے،

حشرات الارض ہماری فصلون ہی کو نہین کھاتے، بلکہ اور بے شمار طریقون سے بھی ہمین نقصان

پہنچاتے ہین، یہ ہر قسم کے غلون اور تمام کھانیکی چیزون کو برباد کر دیتے ہین، پہننے کے کپڑے، کمبل، قالین، مکان اور اس کا سامان حتی کہ دوائین، انمین سے کوئی چیز بھی ان کی دست برد سے محفوظ نہین رہتی، علاوہ برین یہ انسان اور اس کے پالو جانورون مین بیماریان بھی پھیلاتے ہین، ان کی لائی ہوئی بیماریون سے لاکھون جانین تلف ہو گئین، یورپ مین طاعون کی وبا انھی کے ساتھ آئی تھی، اب تک مشرقی ممالک مین طاعون اور ہیضہ کا وجود انھین کی وجہ سے ہے، ایام گذشتہ مین زرد بخار انھی کی ذات سے پھیلا تھا، اور آج بھی ممالک متحدہ مین ہر سال دس کرور ڈالر کا نقصان ملیریا کے باعث ہوتا ہے، اس کے علاوہ حال کی تحقیقات سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ پودون کی اکثر بیماریون کا سبب بھی جن سے ہر سال لاکھون ڈالر ضائع جاتے ہین، ایک بڑی حد تک یہی حشرات الارض ہین،

سوال یہ ہے کہ ان حشرات الارض کی قوت کا راز کیا ہے؟ کیا سبب ہے کہ بغیر دماغ کے، بغیر کسی شعوری تنظیم عمل کے، بغیر کسی بڑی جسامت یا طاقت کے، اور بغیر مصنوعی آلات حرب کے یہ انسان سے مقابلہ کرنے کی طاقت رکھتے ہین، جس نے تمام دوسرے انواع کے جانورون کا یا تو قطعی استیصال کر دیا ہے یا انھین پوری طرح مغلوب کر لیا ہے؟

پہلی بات تو یہ ہے کہ حشرات الارض کی جنس بہت قدیم ہے، یہ دوسری جنسون کے ظہور سے کرورہا سال قبل اپنے ارتقائی منازل طے کر چکی تھی، علاوہ برین ایک سال کے اندر حشرات الارض کی کئی پشتین گذر جاتی ہین، اور انسان کی ایک پشت بہت سالون مین ختم ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ حشرات الارض کا ارتقا، بمقابلہ انسان کے بہت زیادہ تیزی کے ساتھ ہوتا ہے، دوسرا سبب ان کی قوت کا ازدیاد نسل ہے، مثلاً یہ دیکھا گیا ہے کہ صرف ایک کیڑے سے جو گوبھی کے پودے پر رہتا ہے، ایک فصل کے اندر اتنے کیڑے پیدا ہو جاتے ہین کہ اگر انھین کافی غذا ملے، اور وہ اپنے فطری دشمنون کے ہاتھون ختم نہ ہو جائین تو انکی تعداد تمام دنیا کی آبادی سے کئی گنا زیادہ ہو جائے، تیسرا سبب ان کی جسمانی ساخت مین پوشیدہ ہے، فطرت نے

ابتداء آفرینش سے بے شمار تجربے کئے ہین، مگر اُن مین سے دو ایسے ہین، جو نہایت نمایان طور پر کامیاب ہوئے ہین، ایک انسان، دوسرے حشرات الارض، قوت مدرکہ کے اعتبار سے انسان کو بہت زیادہ فوقیت حاصل ہی، اور اسی سے بالآخر اُسے غلبہ حاصل ہوگا، لیکن اور تمام دوسری خصوصیات مین حشرات الارض اُس سے بڑھے ہوئے ہین،

دوسرے جانورون کا ڈھانچہ اندر کی طرف ہوتا ہے لیکن حشرات الارض کا باہر کی جانب ہوتا ہی اور یہ اُون کے ارتقا مین بہت مفید ثابت ہوا ہے، ایک روسی مصنف کی تحقیق ہے کہ حشرات الارض کے اعضاء بہ نسبت دوسرے جانورون کے زیادہ قوی ہوتے ہین، علاوہ برین حشرات الارض کا ڈھانچہ جس چیز کا بنا ہوتا ہے، وہ اُن کے لئے نہایت مفید ہے، یہ تہ دیکھنے مین سینگ کی طرح ہوتی ہے، لیکن حقیقۃً اس سے بہت مختلف ہوتی ہے، کیڑے کا تمام جسم اس سے چھپا اور محفوظ رہتا ہے، انسان کے اعصاب پر ذرا ذرا سی مضرتون کا اثر بھی پڑتا رہتا ہے، لیکن کیڑون کے اعصاب اون کے ڈھانچون کے اندر محفوظ رہتے ہین،

ڈھانچہ اور اُس کے متعلقات کے علاوہ حشرات الارض کے اور تمام عناصر ترکیبی بھی حیات دنیوی کیلئے بمقابلہ انسان کے زیادہ موزون ہین، دوران خون تنفس، اور ہاضمہ کا نظام انسانون سے زیادہ بہتر ہے، حشرات الارض کے اعصاب اپنا فعل دوسرے جانورون کی نسبت کہین بہتر طریقہ پر انجام دیتے ہین، اگر انسان مین بھی اپنے قد کی مناسبت سے اسی قدر کودنے کی طاقت ہوتی جتنی بعض کیڑون مین ہوتی ہے تو وہ ایک میل کا آٹھوان حصہ کود سکتا تھا، وہ پتلی پتلی نلکیان جن کے ذریعہ یہ کیڑے سانس لیتے ہین، بجائے اس کے کہ انسان کے پھیپھڑون کی طرح ایک مرکز پر قائم ہون جسم کے ہر حصہ مین داخل رہتی ہین، اور اس طرح تمام حصون مین آکسیجن پہنچاتی ہین، دوران خون کے لئے شریانین نہین ہوتین، خون بغیر ان رگون کے تمام جسم مین آزادی سے دوڑتا رہتا ہے، اعصاب کے مرکز بجائے سر مین جمع ہونیکے

جسم کے ہر حصہ مین پھیلے ہوتے ہین،

ان تمام جسمانی اور اعصابی فوائد کی موجودگی مین یہ امر تعجب خیز نہین کہ دوسرے جانورون کے مقابلہ مین بیماریون کا اثر حشرات الارض پر کم پڑتا ہے، یہ صحیح ہے کہ بعض اوقات انمین بھی بیماریان پھیلتی ہین، اور یہ کثرت سے ان کا شکار ہوجاتے ہین، لیکن اس جنگ مین جو ہمارے ان کے درمیان قائم ہے، ہم ابتک انکی بیماری سے فائدہ نہین اٹھا سکے ہین، کیڑون مین پوشیدہ رہنے کی قوت بھی غیر معمولی ہوتی ہے، یہ قوت ارتقا کے صدہا منازل طے کرنے کے بعد اس حد تک پہنچی ہے، کیڑے اپنے ماحول سے اس درجہ مشابہ ہوجاتے ہین کہ وہ اسی ماحول مین نہایت مکمل طریقہ پر پوشیدہ رہتے ہین، مثال کے طور پر تتلی کو لیجیے، جسوقت وہ اپنی پنکھڑیان بند کرلیتی ہے، بالکل ایک سوکھی ہوئی پتی معلوم ہوتی ہے، اسی طرح اور بھی بہتیری مثالین ہمارے گرد وپیش موجود ہین، جنپر ہماری نظرین نہین پڑتین، مثلاً وہ کیڑے جو درخت کی پتلی پتلی شاخون پر ہوتے اور اپنے رنگ کی وجہ سے بالکل اُن شاخون مین ملجاتے ہین، یا وہ جو بعض کانٹے دار پودون پر رہتے ہین اور انھی کانٹون سے مشابہ ہوتے ہین،

غرض ہمارے سامنے ایک ایسی جنس ہے، جس نے لاکھون سال مین بتدریج اپنی ترکیب جسمانی کی تکمیل کی ہے، اور اس تکمیل کے بعد لاکھون برس سے قائم وسالم ہے، اس پر انقلابات زمانہ اور حوادث روزگار کے ایسے سیلاب بھی گذر چکے ہین، جن سے دوسری جنسین تباہ وبرباد ہوگئین، لیکن اب ہو فقط پانچ لاکھ سال کے عرصہ مین (ارضیات کے مطابق) ایک بالکل مختلف جنس جسے انسان کہتے ہین، تمام دنیا مین پھیل گئی ہے اور اپنے کو روے زمین کا مالک بتاتی ہے، اگرچہ انسان حشرات الارض کے مقابلہ مین بالکل حقیر ہے تاہم اس نے ایک حیرت انگیز دماغ کا ثبوت دیا ہے، اور سرعت کے ساتھ تمام دوسری جنسون پر قابو پا لیا ہے، لیکن حشرات الارض کو اس نے بہت کچھ نظر انداز کر رکھا ہے، بہرحال انھون نے اسکو نظر انداز نہین کیا ہی بلکہ جو موقعہ بھی اسکی طرف سے ملا ہے، اُس سے فائدہ اٹھا کر انھون نے

اپنی تعداد نہایت کثرت سے بڑھالی ہے، بربریت سے لیکر تہذیب و تمدن اور حکمرانیِ عالم کے دور تک انسان نے ترقی کی جتنی راہیں طے کین، اُن مین حشرات الارض کی تعداد ہمیشہ بڑھتی ہی رہی، اُس نے ہمیشہ ان کی غذا کا سامان بہم پہنچایا، اور اب وہ اس سامان کو ایک عظیم الشان پیمانہ پر کر رہا ہے، چنانچہ حشرات الارض سے جو نقصان پہنچ رہا ہے، وہ تمام دوسرے نقصانات سے عظیم تر ہے،

زیادہ عرصہ نہین ہوا کہ بعض دانشمندون نے پیشگوئی کی تھی کہ چند سالون کے اندر لوگ آبادی کی کثرت اور سامانِ غذا کی قلت کا شکار ہو جائین گے، میرا خیال ہے کہ ایک مصنف نے اس تباہی اور بربادی کے لئے ۱۹۳۳ء کو نامزد بھی کر دیا تھا، لیکن اہلِ فکر کی رائے اب اس سے مختلف ہے، سر جان رسل اور ڈاکٹر اے، الیف، اُوڈس جیسے ماہرینِ فن نے اپنے بیانات مین پیشنگوئی کی ہے کہ آیندہ سیکڑون برس تک غذا بہت کافی مقدار مین مہیا رہے گی، اس اختلافِ رائے کا سبب وہ تحقیقات ہین، جو فن زراعت مین کی گئی ہین، الغرض سامان غذا کی فراوانی ان اشخاص کی نظرون مین ہے، جنھون نے بظاہر یا تو حشرات الارض کے پہلو پر غور ہی نہین کیا ہے یا یہ فرض کر چکے ہین کہ اہل سائنس اس قسم کے تمام مسائل حل کرلین گے، تاہم ان محققین کے خوش آیند بیانات کے باوجود ہم اس کثرت کو نظر انداز نہین کر سکتے جو حشرات الارض کی تعداد مین روز بروز ہوتی جاتی ہے، اور نہ اس حقیقت سے چشم پوشی کر سکتے کہ جسقدر تیزی اور وسعت کے ساتھ ہم غذا کی چیزین پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہین، اسی قدر حشرات الارض کو بھی اپنی تعداد مین غیر محدود اضافہ کرنے کا موقع دے رہے ہین،

ان تمام باتون کا نتیجہ یہ ہے کہ ہم کو جلد از جلد حشرات الارض کے مسئلہ پر توجہ کرنی چاہئے، ہم نے ممالک متحدہ مین جہان یہ خطرہ بعض دوسرے ملکون کی نسبت زیادہ ہے، اس پر عمل کرنا شروع کر دیا ہے، اور ہمارے ساتھ کئی سو آدمی کام کر رہے ہین، لیکن یہ آدمی زیادہ تر فوری ضرورت کے وقت کام کرتے ہین، اور ابھی وہ کافی تعداد مین ہین بھی نہین، چاہئے یہ کہ وہ نہ صرف ناگہانی ضرورتون پر نظر رکھین، بلکہ

بنیادی مسائل پر بھی غور کرین، ہمارے لئے ضروری ہے کہ حشرات الارض کے متعلق حتی الامکان تمام باتون سے واقفیت حاصل کرین، اس طرح غور و خوض اور ضروری واقفیت کے بعد ہم ایسی فصلین بھی پیدا کر سکین گے جو حشرات الارض کے خطرہ سے محفوظ ہون گی، اور پھر اہل سائنس کی مدد سے ایسے وسائل بھی اختیار کر سکین گے، جو اکثر صورتون مین ان کی بیخ کنی مین معین ہون،

"ع، ز" سائنٹفک امریکن

علم پروری کی حیرت انگیز مثال

تمام دنیا کے علمی طبقون مین یہ خبر انتہائی دلچسپی سے سنی جائیگی کہ مسٹر اڈورڈ ہارکنس (EDWARD-HARKNESS) نے جو امریکہ کے ایک مشہور کروڑپتی ہین، اور جو اس سے قبل بھی لاکھون روپے بہترین مصارف مین صرف کر چکے ہین، دو کروڑ ڈالر (چالیس لاکھ پونڈ) ییل یونیورسٹی (امریکہ) کو دئے ہین، برطانیہ عظمٰی کو بھی لاکھون ڈالر امور تعلیمی کی مد مین دے چکے ہین، اور حال مین کولمبیا یونیورسٹی مین ایک جدید کتب خانہ کی تعمیر کے لئے جسمین چالیس لاکھ کتابین ہون گی، ایک نہایت کثیر رقم عطا کی ہے، ایسی یونیورسٹی کی نظیر جس کے کتبخانہ مین چالیس لاکھ کتابین ہون، دنیا عرصہ ہائے دراز تک نہ پیدا کر سکے گی، کیمبرج یونیورسٹی مین پندرھوین صدی سے کتابین جمع کی جا رہی ہین، لیکن اس وقت اُن کی تعداد صرف دس لاکھ کے قریب ہے،

امریکہ اور امریکہ والون پر کئی لحاظ سے تنقیدین ہو سکتی ہین، لیکن اون کے بعض اہلِ دول کی انگشت نمائی کوئی بھی نہین کر سکتا، جب کوئی امریکن لکھپتی تعلیم مین دلچسپی لینے کا ارادہ کر لیتا ہے تو پھر وہ اُسے ایک بڑے پیمانہ پر کر کے دکھاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ امریکہ کی چھوٹی چھوٹی یونیورسٹیان بھی اسقدر متمول ہین کہ آکسفرڈ اور کیمبرج کی یونیورسٹیان سرمایہ کے اعتبار سے اُن کے مقابلہ مین حقیر معلوم ہوتی ہین، اہل امریکہ نے بڑے بڑے کتبخانونکی تدوین دیرین شروع کی جبوقت انھون نے ملکی آزادی حاصل

کی تھی اس سے پہلے ہی دنیا کی بہترین کتابون کا بڑا حصہ دوسری قومون کے کتبخانون مین پہنچ چکا تھا، باوجود اسکے
انھون نے کانگریس کے کتبخانہ مین جو تمام دنیا کے کتبخانون مین بلحاظ عمارت سب سے زیادہ مرصع ہے پینتیس لاکھ
کتابین جمع کرلی ہین،

لیکن محض کتابون کا جمع کرلینا آسان ہے، کتبخانون کی قیمت کتابون کی تعداد سے نہین بلکہ ان کی
حیثیت سے بڑھتی ہے یہی وجہ ہے کہ فضلاء کے نزدیک فرانس کا قومی کتبخانہ دنیا کا بہترین کتبخانہ ہے اسکی
بنا قرون وسطیٰ مین شاہ جان نے ڈالی تھی، صدیون تک یہ شاہی کتبخانہ رہا، لیکن انقلاب فرانس کے
بعد ان بیش قیمت کتابون اور قلمی نسخون پر حکومت جمہوریہ کا قبضہ ہوگیا منتخب کتابون اور نادر قلمی نسخون کا
یہ ذخیرہ حد درجہ حیرت انگیز ہے،

اس کے بعد دنیا کا بہترین کتبخانہ برٹش میوزیم ہے جسمین بتیس لاکھ کتابین ہین، یہ کتابین اگر ایک قطار
مین کھڑی کردی جائین، تو یہ سلسلہ (۵۵) میل تک چلا جائے گا، انکی صفائی وغیرہ مین تقریبًا تین سال لگ جاتے
ہین، اس کتبخانہ کی ابتدا بھی بادشاہون کے عطیات ہی سے ہوئی ہے، جارج سوم اور جارج چہارم دونون
نے فراخدلی کے ساتھ اپنے ذاتی کتبخانون کی کتابین اُسے دین، لیکن دراصل سب سے پہلے اسمین سرہانس سلون
(SIr HANS SLOANE) کی کتابین آئین، جو اٹھارہوین صدی کا مشہور سائنس دان تھا،
برٹش میوزیم ایک قومی میراث ہے اور اس کا کتبخانہ ہی اس کا مخصوص سرمایۂ ناز ہے، جہان تک کتب جرائد کا
تعلق ہے، یہ کتبخانہ دنیا مین سب سے زیادہ مکمل ہے، اس مین تقریبًا تین ہزار اخبارات اور رسائل ہر سال آتے
ہین، انگلستان کے اور دو بڑے کتبخانے اکسفرڈ اور کیمبرج یونیورسٹیون مین ہین، برٹش میوزیم کے کتبخانہ
کی طرح یہ دونون بھی سنہ ۱۹۱۱ء کے قانون کاپی رائٹ سے فائدہ اٹھاتے ہین، اور ہر اُس کتاب کی ایک جلد
کے مستحق ہوتے ہین، جو اس قانون کے ماتحت شائع ہوتی ہے،

جرمنی کے مختلف سرکاری کتب خانون مین جتنی کتابین ہین، ان کی مجموعی تعداد چار کرور دس لاکھ ہے،

اور تقریبًا یہی تعداد اٹلی کے کتبخانون مین بھی ہے، لیکن اٹلی مین وہ بہترین کتبخانہ بھی ہے جس کے انتظامات مین
حکومت کوئی دخل نہین ہے، یعنی کتبخانہ ایمبروسیانا (AMBrOSIANA) جو ملان مین واقع
ہے، بہت سی باتون مین یہ پاپایان رومہ کے ذاتی کتبخانہ سے مشابہ ہے، جسمین نہایت بیش قیمت قدیم قلمی
نسخے موجود ہین،

لیکن باوجود ان حیرت انگیز اعداد و شمار کے اُس دست فیض کو نظر انداز نہین کیا جاسکتا جو ایک امریکن
کروڑپتی نے کولمبیا یونیورسٹی کی جانب بڑھایا ہے، کولمبیا یونیورسٹی امریکہ کی بہترین یونیورسٹی نہین ہے، وہان
کی جو یونیورسٹیان اکسفرڈ اور کیمبرج کے مقابلہ مین پیش کی جاسکتی ہین وہ ہارورڈ اور ییل ہین،

(لیڈر)

"ع ز"

خطبات مدراس

مولانا نے سنہ ۱۹۲۶ء مین مدراس مین سیرت نبوی کے مختلف پہلوؤن پر آٹھ خطبے (لکچرز)
دئے تھے جو نہایت مقبول ہوئے، اور مسلمانون نے اُن کو بے حد پسند کیا، اُن آٹھ
لکچرون مین نہایت مؤثر الفاظ مین اور تاریخی دلائل کے ساتھ آنحضرت صلعم کی سیرت مبارکہ
اور آپ کی تعلیمات کا عطر اور خلاصہ پیش کیا گیا ہے، یہ اس لائق ہین کہ مسلمانون کے
علاوہ غیر مسلمون مین ہدیۃً تقسیم کئے جائین، اور عربی مدرسون اور مکتبون اور انجمنون مین
اُن کو پڑھایا جائے، ضخامت ۱۵۰ صفحے، طبع دوم، قیمت عہ

منیجر

اخبارِ علمیہ

چینی زبان کی قلمی انسائیکلوپیڈیا

پندرھوین صدی کے شروع مین چین مین ایک انسائیکلوپیڈیا تیار کی گئی تھی جو اس قدر ضخیم تھی کہ اب تک علمی دنیا اسکی کوئی نظیر نہین پیدا کرسکی، اس کی تمام جلدون کی تعداد بارہ ہزار سے زیادہ تھی، صرف مضامین کی فہرست بیس جلدون پر مشتمل تھی، اگرچہ عموماً اسے انسائیکلوپیڈیا کے نام سے موسوم کرتے ہین، لیکن حقیقۃً یہ ایک عظیم الشان لغت تھی جسمین چینی زبان کے تمام حروف ترتیب کے ساتھ درج تھے اور ہر اصطلاح کے معنی قدیم کتابون کے اقتباسات سے واضح کیے گئے تھے، یہ زبردست تالیف کبھی طبع نہین ہوئی، لیکن کسی وقت مین اس کے تین مکمل نسخے موجود تھے، ۱۹۰۰ء مین صرف ایک نسخہ باقی رہگیا تھا جو ہان لین کالج پکنگ مین تھا، مگر اس کی حالت بھی بہت ناقص تھی، کیونکہ اس کے بعض حصے چوری گئے تھے، محاصرہ لگیشنس (THE SIEGE OF LEGATIONS) کے وقت ہان لین کی عمارت جلادی گئی، اور اسی کے ساتھ اس نایاب کتاب کا آخری نسخہ بھی تلف ہوگیا، صرف دو یا تین سو جلدین بچ گئین اور وہی اب تمام دنیا مین پھیلی ہوئی ہین، ان مین سے زیادہ تر جلدین قومی کتبخانہ پکنگ اور کتبخانہ کانگرس واشنگٹن (امریکہ) مین ہین، نو جلدین برٹش میوزیم مین بھی ہین،

شیر شاہ کا ایک نایاب سکہ

حکیم حبیب الرحمن صاحب ساکن ڈھاکہ نے حال مین شہنشاہ شیر شاہ کا ایک سکہ حاصل کیا ہے جس پر سنہ ۹۴۵ھ (۱۵۳۹ء) درج ہے، یہ سکہ شیر شاہ کے زمانۂ حکومت پر ایک خاص روشنی ڈالتا ہے، ابتک تاریخون سے یہی ثابت ہے کہ اس کی حکومت کی مدت ۱۵۴۰ء سے ۱۵۴۵ء تک تھی، شہنشاہ دہلی بننے سے قبل وہ غور

مین سلطنت کرتا تھا، اور اس سکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ غور کی سلطنت کے زمانہ مین اس نے یہ سکہ جاری کیا تھا، اس مین شبہہ نہین کہ شیر شاہ کا یہ سکہ بالکل نادر ہے، اس لئے کہ اس کے جتنے سکے اب تک معلوم ہوسکے ہین، اور جو انڈین میوزیم مین موجود ہین ان مین سے کسی پر ۱۵۴۰ء سے قبل کی تاریخ نہین درج ہے،

آٹھ سو پچاس الفاظ کی بین الاقوامی زبان،

تقریباً دس سال ہوئے انگلستان کے عالم نفسیات مسٹر سی کے اوگڈن نے بیان کیا تھا کہ اس دور ترقی مین جبکہ قومون کے باہمی تعلقات روز بروز زیادہ ہوتے جاتے ہین ایک ایسی زبان کی عنقریب ضرورت پیش آنے والی ہے جو تمام دنیا کی مشترکہ زبان ہوگی، اس مسئلہ پر کافی غور و فکر کے بعد وہ اس نتیجہ پر پہونچے ہین کہ صرف انگریزی زبان مین اس ہمہ گیری کی صلاحیت ہے، انگریزی برطانیہ عظمیٰ، شمالی امریکہ اور اسٹریلیا کی مادری زبان ہے، علاوہ برین یہ ہندوستان کی سرکاری زبان اور چین اور جاپان کی تجارتی زبان بھی ہے، پچاس کروڑ آدمی یعنی تمام دنیا کی موجودہ آبادی کا چوتھائی حصہ اس زبان سے کسی نہ کسی حد تک واقفیت رکھتے ہین اور بقول [illegible] ایسے لوگون کی تعداد برابر بڑھ رہی ہے، چنانچہ دس سال کی محنت کے بعد مسٹر اوگڈن نے آٹھ سو پچاس الفاظ کی ایک بین الاقوامی زبان تیار کی ہے، جو ہر قوم اور ہر ملک کی ترجمانی کرسکے گی، انھون نے کم سے کم الفاظ جنمین روزمرہ کی گفتگو ممکن ہے یکجا کئے ہین، اس زبان کے قواعد اور زبانون کی نسبت زیادہ آسان ہین، ان قواعد کی رو سے فعل کی ضرورت جملہ مین باقی نہین رہجاتی اُس لئے اسے خارج کردیا گیا ہے، مسٹر اوگڈن نے دکھایا ہے کہ انگریزی زبان مین اس قسم کی ترمیم و تنسیخ کے بعد ایک ایسی زبان پیدا ہوگئی ہے، جو تمام معمولی ضروریات کیلئے استعمال کیجا سکتی ہے،

شیکسپیر کی آمدنی،

امریکہ کے ایک پروفیسر صاحب جو کئی سال سے شیکسپیر کی آمدنی کے متعلق صحیح واقفیت حاصل کرنے کی کوشش مین تھے اس نتیجہ پر پہونچے ہین کہ بحیثیت ایک ڈرامانویس شاعر اور ایکٹر کے اس کی آمدنی کا

اوسط دو سو پچاس پونڈ سالانہ تھا،

شیکسپیر کے مرتبہ کے لحاظ سے یہ رقم بہت حقیر معلوم ہوتی ہے تاہم حقیقۃً اس قدر حقیر نہین ہے، پونڈ کی موجودہ قیمت کے حساب سے یہ تقریباً دو ہزار پونڈ کے برابر ہے، پھر بھی مصنفین کو آج کل جو معاوضہ ملتا ہے اس کے اعتبار سے بہت کم ہے،

گرم پانی کا انجن

مسٹر جے ایف، جے میلون انجینر انگلستان نے ایک نئے قسم کا انجن ایجاد کیا ہے جو بجائے بھاپ کے صرف گرم پانی کی مدد سے چلتا ہے، یہ معمولی بھاپ کے انجنون کی نسبت تھوڑے عرصہ مین زیادہ طاقت حاصل کر لیتا ہے اور اس مین ان انجنون کی طرح پھٹنے کا خطرہ بھی نہین ہوتا، پانی قدیم اور جدید دونون قسم کے انجنون مین استعمال کیا جاتا ہے، مگر بھاپ کا انجن اس وقت تک کام نہین کر سکتا جب تک پانی بھاپ نہ بنجائے، لیکن میلون انجن مین پانی بھاپ نہین بننے پاتا، اس انجن کی دوسری خصوصیات یہ ہین کہ اس مین پانی کم صرف ہوتا ہے اس لئے یہ ان مقامات مین بھی کام دیسکتا ہے جہان پانی مشکل سے دستیاب ہوتا ہے اس کے چلنے مین بمقابلہ دوسرے انجنون کے شور کم ہوتا ہے، اس کے پرزون کی ترکیب زیادہ آسان ہے، اور دیکھ بھال کے لئے اسے کھولنے کی ضرورت چار سال مین صرف ایک بار پیش آتی ہے،

شکاگو کی تجارتی منڈی

شکاگو (امریکہ) مین ایک عظیم الشان عمارت تجارتی منڈی کے نام سے تیار کی گئی ہے، جس کی تعمیر مین تقریباً تین کرور پچاس لاکھ ڈالر صرف ہوئے ہین، اس وقت یہ دنیا کی سب سے بڑی عمارت ہے لیکن اس کا یہ امتیاز چند روزہ ہے کیونکہ نیویارک مین ایک اس سے بھی بڑی عمارت بندرگاہ کے لئے بنائی جا رہی ہے، اس کی بلندی صرف اٹھارہ منزل ہے جس کے اوپر چھ منزل اونچا ایک منارہ ہے، لیکن فرش کی مجموعی وسعت چالیس لاکھ مربع فٹ ہے جس مین تیس ہزار آدمیون کے رہنے کی جگہ ہے، اس کا طول

(۴۲۷) فٹ اور عرض (۳۲۴) فٹ ہے،

ایک عجیب و غریب آلہ کی ایجاد

ٹیلیفون کی گفتگو قلم بند کرنے کا ایک حیرت انگیز آلہ جرمنی مین ایجاد کیا گیا ہے جو عنقریب دوسرے دوسرے ملکون مین بھی رائج ہوجائیگا، اس سے وہ تمام باتین محفوظ رکھی جاسکتی ہین جو ٹیلیفون پر ہوتی ہین، یہ ایجاد ان لوگون کے لئے خاص طور پر مفید ہے جنکو اپنے تجارتی کاروبار مین مختلف مقامات پر بڑے بڑے مراسلے بھیجنے پڑتے ہین مثلاً کسی بڑے بنک کے نمایندہ کو کسی دوسرے بنک سے جو بہت دور واقع ہے کچھ گفتگو کرنی ہے، وہ ٹیلیفون کے ذریعہ سے گفتگو کرتا ہے اور اس مین اچھا خاصہ وقت صرف ہوتا ہے، فرض کیجئے کہ اسے اپنے دوسرے شرکا کو ان تمام باتون سے مطلع کرنا ہے، بجائے اس کے کہ وہ جلد جلد خود نوٹ کرتا جائے وہ اس آلہ کو گھماتا ہے، اور تمام گفتگو قلمبند ہوجاتی ہے، اس طرح وقت اور محنت کا ایک بڑا حصہ بچ جاتا ہے،

دنیا کا سب سے بڑا انجن

امریکہ کی کنیڈین پیسفک ریلوے نے ایک نہایت زبردست انجن تیار کیا ہے جو اپنی جسامت طاقت اور وزن کے اعتبار سے دنیا کا سب سے بڑا انجن ہے، یہ تقریباً ایک سو فٹ لمبا ہے، اور وزن مین چار سو ٹن ہے اس کی طاقت کا اندازہ کرنے کے لئے یہ واقعہ کافی ہے کہ پانچ گھنٹے پینتالیس منٹ مین یہ ایک ایسی ٹرین کو ایک سو اٹھائیس میل لے گیا جس کی لمبائی ایک میل سے زیادہ اور جس کا وزن (۱۰۶۹) ٹن تھا،

جرمنی کا نیا طیارہ

جرمنی مین ایسے طیارے بنائے جا رہے ہین جو چھ میل سے زیادہ کی بلندی پر پرواز کرینگے اور جنکی طاقت پرواز موجودہ ہوائی جہازون سے زیادہ ہوگی ان طیارون کا خاص مقصد یہ ہو کہ فضائے آسمانی مین مستقل تجارتی راستے تلاش کئے جائین،

ادبیات

جذباتِ حرم

از

جناب مولوی نواب علی صاحب ایم اے پرنسپل بہاؤالدین کالج جوناگڈھ،

"امسال مولوی صاحب ممدوح بغرضِ حج و زیارت حجاز تشریف لے گئے تھے، واپسی مین اہلِ معارف کے لئے "جذباتِ حرم" کا تحفہ لائے ہین، امید ہے کہ اہلِ ذوق نہ صرف اس سے لطف اندوز ہون گے بلکہ جن حساسات سے شاعر کا دل لبریز ہے اس سے اہلِ دل ناظرین بھی متاثر ہون گے" "معارف"

(۱)

حرم مین جاکے ہم نے کیا کہین کیا ماجرا دیکھا
لباسِ ماتمی مین کعبۂ ربُّ العلا دیکھا

بہت توحید کے فرزند آئے چار جانب سے
مگر دیکھا جسے گردش مین اسکو مبتلا دیکھا

اگرچہ امن ہے لیکن سکونِ قلب رخصت ہے
نئی اس روشنی مین دودِ آہِ نارسا دیکھا

وہی دین ہمیں اعجاز اپنا تھا جو دکھلاتا
اب اس کو ریشمی پھندون مین مغرب کے پھنسا دیکھا

خدا کی شان ہے اب سعی بھی موٹرین ہوتی ہے
صفا مروہ پہ ہم نے اس تماشہ کو بھی جا دیکھا

جہان سجدہ کنان تھے شیوۂ تسلیم کے شیدا
وہان دیوانگانِ ظاہریت کو کھڑا دیکھا

فلک کی تفرقہ اندازیان ایوا کہین کیونکر
خدا کے گھر مین بھی بھائی کو بھائی سے جدا دیکھا

سلف کے سب مٹے آثار ظاہر اور باطن مین
عجب اک انقلابِ ملک و ملت رونما دیکھا

نہ زندون مین ہے دم باقی نہ مردون کا نشان باقی
غرض حاصل عدوِ دین کا ہم نے مدعا دیکھا

کہین کیونکر کہین کس سے جو دیکھا جو سنا ہم نے
یہی تیرا حرم ہے جسکو دیکھا اے خدا ہم نے

(۲)

یہی وہ بیتِ اوّل ہے جو مرکز ہے ہدایت کا
یہی قبلہ ہے جو قبلہ نما ہے سمتِ وحدت کا

یہی دار الامان ہے انقلابِ دہر مین بیشک
یہی ہے مدرسہ الحق مساوات و اخوت کا

طوافِ کعبہ سے پیدا ہے بیتابیِ دل ہر دم
عیان ہے سعی سے اک والہانہ شوق طاعت کا

کھینچی احرام سے کیا خوب تصویرِ عبودیت
وہی جلوہ نظر آتا ہے اب تک دینِ فطرت کا

وہی ہے لا احبّ الآفلین کی گرمیِ محفل
یہی اللہ اکبر ہے مقامِ خاص خلّت کا

گری بجلی تھی جو سینا پہ وہ فاران پر چمکی
جو نغمہ قدس مین تھا اب وہ ہے کلمہ شہادت کا

جو تھا داؤد کا اعجاز اب دل موم کرتا ہے
جو خاتم جم کی تھی اب نقش ہے مہرِ نبوت کا

جو اعجازِ مسیحؑا تھا حیاتِ طیبہ اب ہے
جو اک "بے زرع وادی" تھی وہ اب زمزم ہے رحمت کا

مکان اس کا ہے جسکو لامکان کہتے ہین عالم مین
حرم کیا ہے حقیقت مین اک آئینہ ہے حیرت کا

بس اے یادِ گذشتہ تو ہے تسکینِ دلِ محزون
تصور مین ترے پھرتا رہا ہون صورتِ مجنون

(۳)

خدا کے گھر سے چل کر جب رسول اللہ ﷺ کے گھر
ہوا حاضر نظر آیا وہان بھی اور ہی منظر

ان آنکھون نے فرشتون کے اترنے کی جگہ دیکھی
زمین پر روضۂ جنت کا دیکھا گنبدِ اخضر

کھڑے تھے جالیون کے پاس لیکن محتِ بے بہرہ
یہ مانع کون؟ جب خود دے رہا ہے ساقیِ کوثر

الٰہی کیا ہوئے وہ درد آشنائے دل زمانے مین
وہ ذوق و شوق و اخلاص و ولا کے کیا ہوئے جوہر

نمازی ہین نمازون مین نہین وہ بات اب پیدا
خوش الحان ہین بہت قاری خشیت ہی مگر کمتر

عجب ہین حاجی بدعت جو قبون کو گراتے ہین
محل ان کے اگر دیکھو فلک سے کھاتے ہین ٹکر

بقیع اب ہے گویا دشمنون کا ایک گورستان
نہین دیتے چڑھانے آہ اشکون کی بھی ان چادر

جگر کے ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے پہونچے احد پر جب
نہ مسجد تھی نہ باقی تھا مزار عم پیغمبر صلعم

یہ درد انگیز احوال حرم کب تک بیان کیجے
فلک رکھدے عوض دل کے میرے سینہ مین اک پتھر

مٹائے گرچہ آثار بزرگان گردش دوران
رکھے گا شمع روشن یاد کی ان کی دل سوزان

(۴)

یہ حالت ہوگئی ہے رحمت عالم کی امت کی
ہوئی بربادی دنیا بھی و دین بھی کس قیامت کی

سیاست نے گلا گھونٹا ہے کچھ اسطرح مذہب کا
ہوا سب خشک خون سوکھین رگین دینی حمیت کی

کچھ ایسا چل گیا جادو دہریت کا عالم مین
نہین اب پوچھتے ہین بات اسلامی اخوت کی

بڑے تھے یا بھلے تھے خیر وہ تو تھے دین کے خادم
اب انکو روتی ہین آنکھین گرفتار مصیبت کی

بھلا کس طرح حبل اللہ کو مضبوط پکڑین گے
عجب اک کشمکش پیدا ہے ہفتاد و دو ملت کی

نہ ہے تنظیم امر حق نہ سچی خلق کی خدمت
ہوس ہے جاہ کی دولت کی عزت کی حکومت کی

کسے الزام دین کسکی شکایت کیجئے کس سے
گھٹا ہے عالم اسلام پر چھائی مذلت کی

ہر اک ہے اپنی اپنی ہی مصیبت مین پھنسا ہو
کرے کیونکر کوئی تدبیر ملت کی حفاظت کی

طبائع مسخ گویا ہوگئے ہین کلمہ گویون کے
الٰہی کیا ہوئین وہ برکتین اس دین فطرت کی

سنبھل اے دل نہین کیا یاد ہے لا تقنطوا تجھکو
حرم ہے یہ نہین زیبا ہے ایسی گفتگو تجھ کو،

(۵)

یہی وہ سرزمین ہے ذرہ ذرہ جسکا تابان ہے،
فلک کہئے اسے مہر رسالت اسمین پنہان ہے

یہان کی خاک ہے خاک شفا رحمت کا عالم ہے
یہان پانی ہے جنت کا تر و تازہ دل و جان ہے

فقیر بینوا بھی اس کا مہمانی پہ آمادہ،
وہ جلوہ "یوثرون" کا آجتک بھی دیکھو یہان ہے[۱]

مدینہ کی در و دیوار وہ طور تجلی ہے
بجائے لن ترانی جلوہ دیدار جانان ہے

جو خوان مائدہ تھا وہ یہان الفقر فخری ہے
جو تھا داود کا نغمہ وہ یہان الحان قرآن ہے

یہ وہ جا ہے جہان پر ارتقائے دین ہوا کامل
تنازع للبقا کیسا یہان رحمت کا سامان ہے،

وہ صدق و عدل و حلم و علم کے جوہر یہان چمکے
یہان جلوہ نما صلِ علیٰ محبوب رحمان ہے

ادب سے چل یہان وہ زندۂ جاوید سوتے ہین
کہ جن کی نور کی تابش سے روشن عالم جان ہے،

زیارت یاد اوصاف بزرگان کی ہے اک تجلی
کہ جس کے تار اشک خون سے روشن بزم ایمان ہے،

الٰہی علم نافع قلب خاشع کر عطا مجھ کو،
شریعت کو سکھا مجھ کو حقیقت کو دکھا مجھ کو،

[۱] آیہ کریمہ ویؤثرون علیٰ انفسہم ولو کان بہم خصاصۃ (وہ اپنے اوپر ایثار کرتے ہین گو خود ان کو احتیاج ہے)

مطبوعات جدیدہ

آیات للسائلین، از مولانا حافظ عنایت اللہ صاحب اثری وزیر آبادی حجم ۴۳۲ صفحے، تقطیع ۲۲×۲۹، لکھائی چھپائی اچھی کاغذ معمولی قیمت عہ پتہ مولانا عنایت اللہ صاحب وزیر آبادی گجرات، پنجاب،

مولانا حافظ عنایت اللہ صاحب نے عربی زبان مین قرآن مجید سے قرآن مجید کی تفسیر لکھنے کی کوشش کی ہے، اور اس کی پہلی جلد "آیات للسائلین" کے نام سے شایع کی ہے، اس مین سورہ نسا، تک کی تفسیر ختم ہو گئی ہے، امید ہے کہ اس تفسیر کی اشاعت بڑھا کر مولانا کی ہمت افزائی کیجائیگی کہ بقیہ جلدین بھی شایع ہو سکین،

شجرۂ سبعہ قرات، از جناب قاری ابو محمد محی الاسلام صاحب پانی پتی حجم ۱۳ صفحے کاغذ اور لکھائی چھپائی عمدہ قیمت ۳ر پتہ :۔ جناب نور محمد صاحب پانی پتی مدرسہ امداد الرحمٰن محلہ چوڑیگران دہلی،

جس زمانہ مین اسلامی علوم و آداب زندہ تھے ان مین علم قرأت کو نمایان درجہ حاصل تھا، ہندوستان کے پچھلے دور مین اس فن کا خاتمہ گویا قاری عبد الرحمٰن پانی پتی پر ہوا مسرت ہے کہ قاری صاحب مرحوم کے لائق شاگرد جناب قاری ابو محمد محی الدین نے اس فن کی یاد تازہ کرنے کے لئے اپنا شجرۂ سبعۂ قرات مرتب کرکے شایع کیا ہے، قاری صاحب آج کل ایک طبقات القراء بھی اردو مین مرتب کر رہے ہین جس مین خصوصیت سے ہندوستانی قراء کے حالات بھی منضبط ہون گے،

معراج صدق وصفا، از جناب حافظ محمد یوسف علی خان صاحب عزیز حجم ۸۰ صفحے تقطیع لمبی،

قیمت ۴ر پتہ :۔ جناب محمد حامی الدین خان رفیق مہاراج کالج جے پور،

جناب حافظ محمد یوسف خان صاحب عزیز نے اس مین حضرت ابو بکر صدیقؓ کے حالات و مناقب کو اردو مین نظم کیا ہے، واقعات مین صحت کا لحاظ رکھا ہے، زبان صاف اور شیرین ہے،

نصیحت مختصر، از مولوی سید شاہ محمد علیم صاحب علیم حجم ۱۶ صفحے، قیمت ۱ر پتہ :۔ جناب حافظ سید منظور احمد صاحب تحصیلدار بلاس پور رام پور اسٹیٹ،

اس رسالہ مین چھوٹے بچون کو یاد کرلنے کے لئے ایسے مختصر جملے اور الفاظ تیار کئے گئے ہین، جو حساب ابجد کے روسے مساوی الاعداد اور معنی کے لحاظ سے نصیحت آمیز ہین، اور تمام الفاظ مین باہمی معنوی مناسبت ہے، مثلاً "سخن کامل" "گلشن عرفان" "گفتگوے جاہل" "حریق روان" "رسول رہنما" "شیخ ہدایت" "سگ باشاہ" "روے زمین" "سایۂ عافیت" "ارباب تمیز" "راحت جان"

تحفۂ کرسمس، از جناب برق پشاوری ناشر مسلم مشن ووکنگ اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور، چھوٹی تقطیع ۱۱۹ صفحے،

جناب برق پشاوری نے دنیاے مسیحیت کے سامنے کرسمس کے تحفہ مین ایک نظم پیش کی ہے جسمین اسلام کے نقطۂ نظر سے مسیحیت پر نظر ڈالی گئی ہے، اور پیروان مسیح کو راہ راست اختیار کرنے کی تلقین کی گئی ہے، نظم کی تشریح مین جناب خواجہ کمال الدین صاحب کے قیمتی حواشی بھی رسالہ مین ثبت ہین، اور شروع مین خواجہ صاحب ہی کا لکھا ہوا ۱۰۳ صفحون کا ایک مقدمہ ہے، جو درحقیقت خواجہ صاحب کی مشہور تالیف ینابیع المسیحیت کی ایک عمدہ تلخیص ہے، جس مین عیسائیت کے سرچشمون کو بیان کرکے عیسائیون کو "کلمۂ سواء" کا پیغام سنایا گیا ہے،

قواعد مضمون نویسی، مرتبہ جناب مظفر الدین صاحب، دو حصے حجم حصہ اول ۱۵۰ صفحے وحصہ دوم ۸۰ صفحے، تقطیع چھوٹی، قیمت ۵ر، ۶ر ناشر مکتبہ ابراہیمیہ اسٹیشن روڈ حیدر آباد دکن

مدارس کے ابتدائی درجون کے لڑکون کو مضمون نویسی کی تعلیم دینے کے لئے یہ رسالے ترتیب پائے ہین، پہلے حصہ مین اردو کے چند ضروری قواعد درج کئے گئے ہین، پھر چھوٹے چھوٹے جملونکی مشق ہے، دوسرے حصہ مین مضمون نویسی کی عام تعلیم دیگئی ہے اور ہر سبق مین بہ کثرت مشقین دی گئی ہین، رسالے بچون کے لئے کارآمد ہین،

محمود گاوان، از جناب محمد ظہیر الدین صاحب متعلم بی اے سینئر کلیہ جامعہ عثمانیہ ناشر مکتبہ ابراہیمیہ اسٹیشن روڈ حجم ۵۵ صفحے تقطیع چھوٹی، قیمت ۸،

مؤلف نے قدیم وجدید ماخذون سے دکن کے مشہور اہل علم وزیر خواجہ محمود گاوان کے سوانح حیات ایک رسالہ مین قلمبند کئے ہین، جس مین اس کے ذاتی حالات کے علاوہ اس کے سیاسی فوجی اور علمی کارنامے بھی اچھی ترتیب سے بیان کئے گئے ہین،

سسٹیمیٹک ٹرنسلیشن اینڈ ورڈ بک، مولفہ مولوی عبد الماجد بی ٹی سی، مدرس مدرسہ کلکتہ، پتہ: یونیورسل لائبریری نمبر ۴۲ ویلسلی اسٹریٹ کلکتہ، حجم ۹۱ صفحے، قیمت ۶ر

یہ رسالہ ابتدائی درجون کے طلبہ کو اردو سے انگریزی املا سکھانے کے لئے لکھا گیا ہے، لیکن افسوس ہے کہ رسالہ مین غلطیان جابجا نظر آتی ہین، مثلاً صفحہ ۹ "اس کے طرف دوڑے" ص ۹۰ "دھ[illegible] کہا کہ مین مضبوط ہون" ص ۹۲ "اوس کھیت مین وہان کا فصل خوب تھا" وغیرہ، معلوم نہین یہ کتابت کی ہین یا تالیف کی؛

پیام حق، مصنفہ جناب ۰۰ اشری سوامی بھولا ناتھ جی مہاراج ویدانت بھوشن، حجم ۳۶ صفحے تقطیع چھوٹی، کاغذ اور لکھائی چھپائی عمدہ، پتہ: جناب ام رتن کھنہ ایس سی رجسٹرار لکھنؤ یونیورسٹی نمبر ۱ لالے برگ نرائن روڈ لکھنؤ،

یہ رسالہ بھولا ناتھ جی کے افکار عالیہ کا ایک مختصر مجموعہ ہے جسمین مسئلہ وحدانیت پر ایک دلکش پیرایہ مین مختصر [illegible]

معراج [illegible] مین بحیثیت شریک ہین، یہ رسالہ کو جناب ام رتن صاحب کھنہ رجسٹرار لکھنؤ یونیورسٹی نے اپنی خاص عقیدت کیساتھ [illegible]

جلد ہشتم | ماہ جمادی الثانی ۱۳۵۰ھ مطابق ماہ نومبر ۱۹۳۱ء | عدد ۵

مضامین